Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین

• جلد 12 / • شمارہ 9 / • اپریل / 2023

گوریلا فائٹر

BAITUSSALAM PUBLICATIONS
91400056741
Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

عالمی ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

سستی روٹی پراجیکٹ

5 روپیہ

صرف عزت نفس کی خاطر

لاکھوں روٹیاں مستحقین تک

سپر فائن آٹا براہ راست
بیت السلام ویئر ہاؤس
بھی پہنچا سکتے ہیں
کم سے کم 50 کلو

ماہنامہ

فہمِ دین

کراچی

اپریل 2023

فہم وفکر

رمضان المبارک اور خود احتسابی	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

اسمائے حسنیٰ	عبد المتین	10
اللہ تعالیٰ	رمل اقبال	10
قدرتی وسائل کی حفاظت	رابعہ فاطمہ	11
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	حفظہ احمد	12
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	14
شام کولازم پکڑو	عصمت اسامہ	15
امراض جگر	حکیم شمیم احمد	16
روشنی کا سفر	عظمیٰ ظفر	18
حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا	ندا اختر	18

خواتینِ اسلام

کوکب کا خواب	ام محمد سلمان	20
خوابِ غفلت سے بیداری	اریبہ راشد	21
دیر کیسی !!!	ام عائشہ	23
اناصائم	اہلیہ مظفر	25
رحمان کے بندے	نشاوقار	27
دعا کی قبولیت	بنت عبد الستار	28

باغچہ اطفال

مرکز محبت	بنت عامر	30
منے میاں	روبینہ عبد القدیر	31
بادشاہ کی انگلی	پروفیسر محمد اسلم	32
توبہ کا دروازہ	ڈاکٹر الماس روحی	33
بطخ	فوزیہ خلیل	38
گوریلا فائٹر	بنت تاجور	34
جھوٹ کے پر	سائرہ شاہد	35
نوٹوں کا درخت	مہوش اسد شیخ	36
سدیس کی شرط	حفصہ فیصل	37

بزمِ ادب

الوداع ماہ رمضان	جوہر عباد	42
گلدستہ	شیخ ابوبکر، عبد الرحمن چترالی	44

اخبار السلام

اخبار السلام	ادارہ	46

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمن
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	فیصل الحق شمسی

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ	50 روپے
سالانہ برائے کراچی	750 روپے

سالانہ اندرون ملک

عام ڈاک	750 روپے
رجسٹریشن پیکٹ	1250 روپے
سالانہ بیرون ملک	55 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہم دین

رمضان اور خود احتسابی

مدیر کے قلم سے

رمضان المبارک کا دوسرا عشرہ شروع ہو چکا ہے، خوش نصیب لوگ رب کی رحمتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے جا رہے ہیں۔

سوال ایک ہے: خود احتسابی! اس بارانِ رحمت سے میں نے کتنا حصہ سمیٹا ہے۔

نہ رمضان المبارک رکے گا، نہ اس کریم ذات کی رحمتیں، فکر تو یہ ہے کہ کہیں میں اَن جانے یا بے فکری میں اس رحمت سے محروم تو نہیں ہوئے جا رہا۔

پاروں کی گنتی تو پیچھے رہ گئی، اب تو سوال یہ ہے کہ میرے کتنے قرآن مجید ختم ہو چکے ہیں۔ سینکڑوں کا شمار اس مہینے کے لیے نہیں ہے، اب تو درودوں کی مالا ہزاروں اور لاکھوں میں ہونی چاہیے۔ دس بیس کا صدقہ تو عام زندگی کا معمول تھا، اب تو سخاوت کی کہانی سینکڑوں اور ہزاروں میں ہونی چاہیے۔ دو چار منٹ کی دعا تو ہم کرتے ہی رہتے ہیں، اب تو بیس پچیس منٹ، آدھ گھنٹے، گھنٹے دعا میں رب سے باتیں ہونی چاہییں۔

کہیں بازار میرے پاؤں کی زنجیر تو نہیں بنے ہوئے، سوٹ بھی سلوانا ہے، جوتا بھی لینا ہے، پھینیاں بھی خریدنی ہیں، بہنا کو پار لر جانا ہے، انہی خواہشات میں کہیں رمضان کھو کر تو نہیں رہ گیا۔ گرمی کی شاپنگ روزے کو نگل تو نہیں گئی، دِن بھر کی تھکاوٹ نے تراویح سے روک تو نہیں دیا، افطاری کی تیاری نے دعاؤں سے محروم تو نہیں کر دیا، سحری کی مصروفیت سے تہجد چھوٹ تو نہیں گئی۔ یہی تو خود احتسابی ہے، ابھی عشرہ گزرا ہے، لگ بھگ دو عشرے باقی ہیں، ابھی بھی فکر ہو جائے تو سمجھیں کچھ نہیں کھویا۔

ہمیں بعض اوقات لگ رہا ہوتا ہے کہ ہم بہت مصروف ہیں اور ہوتا بھی یہی ہے کہ صبح سے شام تک سر کھجانے کی فرصت نہیں مل رہی ہوتی،

لیکن یہ وقت کیسے نکلتا ہے، اس کے لیے کرنے کے دو کام ہیں:

سب سے پہلا کام تو یہ ہے کہ کسی اللہ والے سے تعلق اور رابطہ ہو جائے، ان کی مجلسوں میں بیٹھنے کا موقع مل جائے تو

خود بہ خود معمولات تبدیل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور رمضان المبارک کا مہینہ قیمتی بننا شروع ہو جاتا ہے اور

دوسرا اہم کام یہ ہے کہ ہمیں کسی اللہ والے کی زندگانی پڑھنی شروع کر دینی چاہیے، شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی کتاب "اکابر کا رمضان" پڑھ لیں، بازار سے خرید کر گھر میں رکھیں تو بہت ہی اچھی بات ہے، ہر ایک کو پڑھنے کا موقع ملے گا، ورنہ نیٹ پر پی ڈی ایف فائل مل جائے گی، مختصر سی کتاب ہے، گیارہ بارہ چوٹی کے بزرگوں کے رمضان المبارک کے اعمال اس میں لکھے ہوئے ہیں، رمضان گزارنے کا ڈھنگ آ جاتا ہے اور اپنی مصروفیات کی حقیقت بھی پتا لگ جاتی ہے۔ اسی طرح شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی کتاب "آپ بیتی" میں ان کی خواتین کی رمضان میں مہمانوں کی خدمت اور پھر اس کے ساتھ ساتھ رمضان کے اعمال میں دن رات بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کو پڑھ کر دیکھیں، آپ یقین مانیں زندگی کا نظام الاوقات ہی تبدیل ہو جاتا ہے۔

قارئینِ گرامی! برف پگھلے جا رہی ہے اور ریت پھسلے جا رہی ہے، رمضان المبارک کا پہلا عشرہ گزر چکا ہے اور باقی دو عشرے بھی گزر جائیں گے۔ کب آخری عشرہ، چاند رات اور عید آ کر گزر جائے گی، پتا بھی نہیں لگے گا، مگر فکر مندی یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اب بھی غفلت میں ڈوبے ہیں، حالاں کہ زندگی کی حقیقت بس اتنی ہے کہ "ایک نَس ٹَس سے مَس اور بَس" پھر ساری کی ساری مصروفیات دھرے کی دھری رہ جائیں گی اور ہم اگلے جہاں میں دانتوں میں انگلیاں دابے حسرت کی تصویر بنے اس رمضان المبارک کی بابرکت گھڑیوں کو ضائع کرنے پر افسوس کر رہے ہوں گے۔ اسی لیے عربی کا محاورہ ہے کہ "مُوتُوا قَبلَ أَنْ تَمُوتُوا" مطلب اس کا یہ ہے کہ قبل اس کے کہ موت آ کر ہماری مصروفیات کا خاتمہ کرے اور چلتی فیکٹریاں چھوڑنی پڑ جائیں اور نوکریاں ختم ہو جائیں اور دکانیں پیچھے رہ جائیں، جبکہ پھر چھوڑنے کا کوئی فائدہ نہیں، اس لیے کہ اعمال نامہ بند ہو چکا ہو گا۔ کیا ہی اچھا ہو گا کہ ہم اپنی زندگی میں ہی اپنی مصروفیات کو محدود کر لیں اور رمضان المبارک کی رحمتوں کو سمیٹ کر اپنی قبر اور آخرت کو جگ مگ بنا لیں۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (27)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) اس کے سامنے آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناؤ، جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تھی اور ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔ اس (دوسرے نے پہلے سے) کہا کہ "میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔" پہلے نے کہا کہ اللہ تو ان لوگوں سے (قربانی) قبول کرتا ہے جو متقی ہوں۔ (27)

تشریح نمبر 1: پیچھے بنی اسرائیل کی اس نافرمانی کا ذکر تھا کہ جہاد کا حکم آجانے کے بعد اس سے جان چراتے رہے، اب بتانا یہ مقصود ہے کہ ایک بامقصد جہاد میں کسی کی جان لے لینا تو نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے، لیکن ناحق کسی کو قتل کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔ بنی اسرائیل نے جہاد سے تو جان چھڑائی، لیکن بہت سے بے گناہوں کو قتل کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا۔ اس سلسلے میں وہ واقعہ بیان کیا جارہا ہے، جو اس دنیا میں سب سے پہلے قتل کی واردات پر مشتمل ہے۔ اس واقعے میں قرآن کریم نے تو صرف اتنا بتایا ہے کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں نے کچھ قربانی پیش کی تھیں، ایک کی قربانی قبول ہوئی، دوسرے کی نہ ہوئی، اس پر دوسرے کو غصہ آگیا اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا، لیکن اس قربانی کا کیا پس منظر تھا؟ قرآنِ کریم نے اس کی تفصیل نہیں بتائی، البتہ مفسّرین نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے اس کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے، جن میں سے ایک کا نام قابیل تھا اور ایک کا نام ہابیل تھا۔ اس وقت چوں کہ دنیا کی آبادی صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد پر مشتمل تھی، اس لیے ان کی اہلیہ کے ہر حمل میں دو جڑواں بچے پیدا ہوتے تھے، ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ ان دونوں کے درمیان تو نکاح حرام تھا، لیکن حمل میں پیدا ہونے والے لڑکے کا نکاح دوسرے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی سے ہو سکتا تھا۔ قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ بڑی خوب صورت تھی، لیکن جڑواں بہن ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ قابیل کا نکاح جائز نہ تھا، اس کے باوجود اس کا اصرار تھا کہ اسی سے نکاح کرے۔ ہابیل کے لیے وہ لڑکی حرام نہ تھی، اس لیے وہ اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تھا، جب دونوں کا یہ اختلاف بڑھا تو فیصلہ اس طرح قرار پایا کہ دونوں کچھ قربانی اللہ کے حضور پیش کریں، جس کی قربان اللہ نے قبول فرما لی، اس کا دعویٰ برحق سمجھا جائے گا، چناں چہ دونوں نے قربانی پیش کی۔ روایات میں ہے کہ ہابیل نے ایک دنبہ قربان کیا اور قابیل نے زرعی پیداوار پیش کی۔ اس وقت قربانی کے قبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آکر قربانی کو کھا لیتی تھی۔ ہابیل کی قربانی کو آگ نے کھا لیا اور اس طرح اس کی قربانی واضح طور پر قبول ہوگئی اور قابیل کی قربانی وہیں پڑی رہ گئی، جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ قبول نہیں ہوئی۔ اس پر بجائے اس کے کہ قابیل حق کو قبول کر لیتا، حسد میں مبتلا ہو کر اپنے بھائی کو قتل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (28)

ترجمہ: اگر تم نے مجھے قتل کرنے کو اپنا ہاتھ بڑھایا، تب بھی میں تمہیں قتل کرنے کو اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ (28)

اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْۗاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ (29)

ترجمہ: میں تو یہ چاہتا ہوں کہ انجامِ کار تم اپنے اور میرے دونوں کے گناہ میں پکڑے جاؤ اور دوزخیوں میں شامل ہو اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔ (29)

تشریح نمبر 2: اگرچہ اپنے دفاع کا اگر کوئی اور راستہ نہ ہو تو حملہ آور کو قتل کرنا جائز ہے، لیکن ہابیل نے احتیاط پر عمل کرتے ہوئے اپنا یہ حق استعمال کرنے سے گریز کیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے بچاؤ کا اور ہر طریقہ اختیار کروں گا، مگر تمہیں قتل کرنے کا اقدام نہیں کروں گا۔ ساتھ ہی اسے یہ جتلا دیا کہ اگر تم نے قتل کا ارتکاب کیا تو مظلوم ہونے کی بنا پر میرے گناہوں کی تو معافی کی اُمید ہے، مگر تم پر نہ صرف گناہوں کا بوجھ ہوگا، بلکہ میرے قتل کرنے کی وجہ سے کچھ میرے گناہ بھی تم پر لَد جائیں گے تو بعید نہیں، کیوں کہ آخرت میں مظلوم کا حق ظالم سے دلوانے کا ایک طریقہ حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں اور نیکیاں کافی نہ ہوں تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیے جائیں۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

المائدہ 27-29

فہمِ قرآن

فہم حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عشرۂ اخیر اور لیلۃ القدر

جس طرح رمضان المبارک کو دوسرے مہینوں کے مقابلے میں فضیلت حاصل ہے، اسی طرح اس کا آخری عشرہ بھی پہلے دونوں عشروں سے بہتر ہے اور لیلۃ القدر اکثر اسی عشرہ میں ہوتی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ عبادت وغیرہ کا اہتمام اس میں اور زیادہ کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت وغیرہ میں مجاہدہ کرتے اور وہ مشقّت اٹھاتے جو دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات تک آپ کا یہی معمول رہا، آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔

تشریح: ازواج مطہّرات اپنے حجروں میں اعتکاف فرماتی تھیں اور خواتین کے لیے اعتکاف کی جگہ ان کے گھر کی وہی جگہ ہے جو انھوں نے نماز پڑھنے کی مقرر کر رکھی ہو، اگر گھر میں نماز کی کوئی خاص جگہ مقرر نہ ہو تو اعتکاف کرنے والی خواتین کو ایسی جگہ مقرر کر لینی چاہیے۔

صدقہ کی ترغیب اور اس کی برکات

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ تَعَالٰى اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَيْكَ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بندے کو اللہ کا پیغام ہے کہ اے آدم کے فرزند! تو (میرے ضرورت مند بندوں پر) اپنی کمائی خرچ کر، میں اپنے خزانہ سے تجھ کو دیتا رہوں گا۔

تشریح: گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے کہ جو بندہ اس کے ضرورت مند بندوں کی ضرورت پر خرچ کرتا رہے گا، اس کو اللہ تعالیٰ کے خزانہ غیب سے ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو یقین کی دولت سے نوازا ہے، ہم نے دیکھا کہ ان کا یہی معمول ہے اور ان کے ساتھ ان کے رب کا یہی معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس یقین کا کوئی حصہ نصیب فرمائے۔

صدقہ کے خواص وبرکات

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَ تَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔

تشریح: جس طرح دنیا کی مادی چیزوں جڑی بوٹیوں تک کے خواص اور اثرات ہوتے ہیں، اسی طرح انسانوں کے اچھے برے اعمال اور اخلاق کے بھی خواص اور اثرات ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں صدقے کی دو خاصیتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر بندے کی کسی بڑی لغزش اور معصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور ناراضی کے اس کی رضا اور رحمت کا مستحق بن جاتا ہے اور دوسری خاصیت یہ ہے کہ وہ بری موت سے آدمی کو بچاتا ہے (یعنی صدقہ کی برکت سے اس کا خاتمہ اچھا ہو جاتا ہے) دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس طرح کی موت سے بچاتا ہے، جس کو دنیا میں بری موت سمجھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم!

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَ الصَّغِيْرِ وَ الْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمان میں سے ہر غلام اور آزاد پر اور ہر مرد و عورت پر اور ہر چھوٹے اور بڑے پر صدقہ فطر لازم کیا ہے، ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو اور حکم دیا ہے کہ یہ صدقہ فطر نماز عید کے لیے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
DIL LALCHAYE
RUK NA PAYE!
Shangrila
TOMATO
KETCHUP
Shangrila
BAR-B-Q
SAUCE
Shangrila
GARLIC
CHILLI
SAUCE
SHANGRILA
KETCHUP AND SAUCES
KHAANON KAY
MUST HAVES!

آخری عشرہ

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

رمضان کے آخری عشرے میں ایک بہت مبارک خیر و برکت والی رات ہے، جس کی فضیلت اور عظمت اللہ نے اپنے کلام میں بتلائی اور پوری سورت اس رات کے متعلّق نازل فرمائی۔ شبِ قدر کیا ہے؟ اس میں اللہ کا کلام نازل ہوا، آسمانِ دنیا پر آیا اور اس رات کی شان یہ ہے کہ اس کی عبادت تراسی سال چار ماہ سے زیادہ فضیلت والی ہے اور جس خوش نصیب کو زندگی میں شبِ قدر کی دس راتیں مل جائیں گویا آٹھ صدیوں سے زائد عبادت مل جائے گی اور کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں، جنہیں زندگی بھر یہ رات نصیب ہوتی ہے۔

سچ یہ ہے ہماری زندگی میں جتنی دولت کی اہمیت ہے، جتنی کاروبار کی اہمیت ہے، اتنی ہماری زندگی میں اللہ کی رحمت کی اہمیت نہیں۔۔۔ نیکی کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔ اگر کسی کو یہ پتا چل جائے پانچ سال کی کمائی ایک دن میں اور ہر شخص کی دسترس میں ہے اور مرد عورت سبھی کے اختیار میں ہے اور اگر اس سے آگے کا نفع مل جائے کہ دس سال کی کمائی ایک دن میں اور یہ اعلان ہو جائے کہ میاں تیس سال کی کمائی ایک دن میں اور ہر شخص کے دسترس میں ہے، جتنا وہ کمائے گا جتنا مال اکٹھا کرے گا، تیس سال میں ایک دن میں کما سکتا ہے اور اگر یہ پتا چل جائے کہ ساٹھ سال کی کمائی ایک دن میں اور یہ کمائی باپ بھی کر سکتا ہے اور بیٹا بھی کر سکتا ہے اور بیٹی بھی کر سکتی ہے اور بیوی بھی کر سکتی ہے، بہنیں بھی کر سکتی ہیں، ساٹھ سال جتنا کما سکتا ہے ایک دن میں کما لے اور اگر یہ آجائے کہ جو جتنی پوری زندگی میں کما سکتا ہے، وہ ایک دن میں کما سکتا ہے، ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ پوری زندگی میں جتنا کمائے گا نا! وہ ایک دن میں کما سکتا ہے۔ بتائیے کیا اہمیت ہو گی اس کی؟ یہاں اللہ کا کلام کہہ رہا ہے۔ تمہاری زندگی ہے کتنی؟ ساٹھ سال/ستر سال یا چلیں اسّی سال اور اس ایک رات میں تم عمر بھر کی نیکیوں سے زیادہ نیکیاں کما سکتے ہو۔ ہمارے ہاں چوں کہ مال اور کاروبار کی اہمیت ہے اور اس اہمیت کا نتیجہ ہے جب کوئی ایسا سیزن مل جائے اور ایسا سیزن نظر آجائے تو ایک ٹارگٹ بنا لیتے ہیں کہ کچھ بھی ہو جائے، اس سیزن کو پانا ہے اور جب اس سیزن کو پاتا ہے، ٹارگٹ حاصل کر لیتا ہے، پھر کیا ہوتا ہے؟ اسے بتانا نہیں پڑتا کہ مجھے ٹارگٹ مل گیا، سیزن لگ گیا، بتانا نہیں پڑتا۔ چند ہی سالوں کے بعد اس کا گھر بدل جاتا ہے، اس کی سوسائٹی بدل جاتی ہے، اس کی گاڑی بدل جاتی ہے، اس کے بچوں کا اسکول بدل جاتا ہے، اس کے فنکشن بدل جاتے ہیں، اس کا اٹھنا بیٹھنا بدل جاتا ہے۔ اس کے تعلقات بدل جاتے ہیں، اس کا پہننا اوڑھنا بدل جاتا ہے۔ مالی سیزن لگے تو اس کا سب کچھ ہی بدل گیا۔ بہادر آباد سے ڈیفنس آگیا، کھارادر سے کلفٹن پہنچ گیا، لیاقت آباد سے گلشن آگیا۔ کاروباری سیزن لگے، سبھی کچھ بدل گیا اور بغیر بتائے سب کے علم میں بھی آگیا، لیکن۔۔۔

سوچنے کی بات ہے کہ میں تو زندگی میں سالہا سال سے چالیس سال سے روزے رکھ رہا ہوں افطاری، سحری، صدقہ، تراویح، عمرے اعتکاف یعنی بھرپور سیزن لگا ہے تو کیا میرا اسٹیٹس تبدیل ہوا؟ چلو دس سال میں ہی سہی، کچھ نہ کچھ تو تبدیلی آنی چاہیے، جیسے کاروباری سیزن لگنے سے سب کچھ بدل جاتا ہے۔

دنیا پرستی کا پردہ آج کے مسلمان کی آنکھوں پر ہے، اس لیے یہ بھی ساٹھ ستّر اسّی نوّے سال کو ہی کیریئر سمجھتا ہے، ورنہ حقیقت سمجھ میں آجائے کہ میاں کیریئر مرنے کے بعد شروع ہو گا۔ دنیا جینے کی جگہ نہیں، دنیا تو آخرت کے سنوارنے کی جگہ ہے۔ دنیا تو حقیقی کیریئر بنانے کے لیے ہے۔ آنکھیں اندھی ہیں، بہرہ جسے کہیں کہ پردہ پڑا ہوا ہے، خواہشات کا، دنیا پرستی کا، لقمہ حرام کا، غفلتوں کا، سیزن لگ جائے ناں! آنکھیں کھل جایا کرتی ہیں، پھر نظر آتا ہے کیریئر ہے کیا؟ پھر بچوں کے لیے فیصلے ٹھیک ہوتے ہیں ناں! پھر اپنی آدمی ترجیحات بدلتا ہے ناں! پھر آدمی زندگی کے مقصد پر آتا ہے ناں! پھر آدمی گناہوں کی گندگیوں سے گھن کھاتا ہے، ذہنیت تو یہ ہے ناں کہ رحمت ملی تو کیا ہو نا؟ نہ ملی تب کیا ہو نا؟ نیکی اگر ٹھیک ہو گئی تب کیا ہو نا؟ نہیں ہوئی تو تب کیا ہو نا؟ جب ذہنیت ہی یہ ہے تو پھر اس آخری عشرے میں جاگنا ہی مشکل ہے، بندگی مشکل ہے، قیام ہی مشکل ہے، دعائیں ہی مشکل ہیں، جیسے نہ ماننے والوں کی راتیں گزرتی ہیں گزر رہی ہیں، سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ کی زندگی دیکھیے ناں، کیسی عبادت! کیسی بندگی! کیسے اللہ کا تعلق! لیکن جب رمضان آتا ہے اور پھر رمضان کے بعد آخری عشرہ آتا ہے تو آپ کی اہلیہ کہتی ہیں کہ آپ علیہ السلام لنگی کس لیا کرتے تھے اور ساری رات عبادت میں گزارا کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی عبادت پر کھڑا کرتے تھے اور خود کیا کرتے تھے؟ اللہ کی چوکھٹ پر بیٹھ جایا کرتے تھے، اللہ کے گھر میں بیٹھ جایا کرتے تھے، ایک لمحہ بھی ضایع نہ ہو، اللہ کی چوکھٹ پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اللہ کریم ہمیں قدر دانوں میں شامل فرمالے، نیکیوں کی اہمیت جانتے تھے کہ نیکیوں کی قدر و قیمت کیا ہے۔ یہاں کے ڈالر، پونڈ تو کب تک چلیں گے؟ درہم، دنانیر کب تک چلیں گے؟ دکان فیکٹری کارخانہ زمینیں کب تک چلیں گی؟ بھائی! اس کیریئر میں تو نیکیاں چلیں گی، وہاں تو کرنسی نیکیوں

کی ہوگی اور بڑی طویل زندگی ہے، وہاں تو اللہ کی رحمت چاہیے ہوگی، اس کے بغیر نہیں زندگی گزر سکتی۔

سچ یہ ہے کہ یہاں بھی اللہ کی رحمت کے بغیر گزارا نہیں ہے، لیکن ذہنیت یہ ہے کہ دولت سے تو زندگی بنے گی، کارخانے سے بنے گی، کاروبار سے بنے گی۔۔۔ نیکیوں سے کیا ہوگا؟ اتنا بڑا انعام، اتنا بڑا اعلان، اتنا بڑا پیغام کہ تمہاری ساری زندگی کی عبادت ایک طرف، ایک رات کی عبادت ایک طرف، ایک رات کی رحمتیں ایک طرف، لیکن میرے لیے دس راتوں میں عبادت مشکل! ان چند راتوں میں عبادت مشکل! وہی غفلتوں میں، وہی دکانوں میں، وہی بازاروں میں، وہی سڑکوں پر گزر رہی ہوتی ہیں۔

تو میرے عزیزو! مہلت پھر نہیں ملتی، یہ موقع پھر نہیں ملتا، ذرا تصور کیجیے اپنے دائیں بائیں کتنے لوگ ایسے ہیں جو پچھلے دنوں میں پچھلے رمضان میں ان دنوں میں زمین کے اوپر تھے اور آج مَن و مَن مٹی کے نیچے ہیں۔ یہ مہلت کاروبار نہیں دیکھتی، صحت اور زندگی پر کوئی اعتماد نہیں، کب بیماری آجائے، کب موت آجائے، آج اللہ نے صحت دے رکھی ہے، خوش حالی دے رکھی ہے، آسانیاں دے رکھی ہیں، عافیت دے رکھی ہے۔ رمضان ملا ہے، آخری عشرہ ہے، کچھ ایسا کرلو کہ حسرت نہ رہے۔ اکیس میں جاگنا کیا مشکل ہے؟ تئیس میں جاگنا کیا مشکل ہے؟ پچیس میں جاگنا کیا مشکل ہے؟ ستائیس میں جاگنا کیا مشکل ہے؟ انتیس کی طاق کی راتوں میں۔۔۔ ارے بھائی! قدردان تو ساری راتوں کو اللہ کے لیے لگادیتے ہیں، کہیں گزر نہ جائے! کہیں اتنا بڑا سیزن اتنی بڑی کمائی ہاتھ سے نہ نکلے اور کوشش کرتے ہیں غفلتوں میں نہ گزرے۔ اعتکاف میں نہ بیٹھ سکا، پھر بھی رات عبادت میں گزرتی ہے، نا صرف اپنی گزرتی ہے بلکہ بیوی کو بیٹیوں کو اٹھاتے ہیں عبادت کی رات ہے، تلاوت میں گزر رہی ہے۔ ذکر میں گزر رہی ہے، دعاؤں میں گزر رہی ہے، نوافل میں گزر رہی ہے، کمائی ہے تو میرے عزیزو! یہ فرصت بار بار نہیں ملتی۔۔۔ اللہ نے یہ موقع دیا ہے اور بھائی رمضان تو آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ آخری عشرے میں زندگی میں نہ جانے کتنی بار آئے اور چلے گئے۔ آنکھیں کھلیں، بدلاؤ آیا، زندگی کے مقصد پر آئے، یہ بات سمجھ میں آگئی کہ دنیا آخرت کی خاطر جینے کا نام ہے، اللہ کے نبی کی بات سمجھ میں آئی۔

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے۔ جتنا اچھا بیج ڈال سکتے ہو، جتنی زیادہ بڑی اپنی کھیتی میں بہار لا سکتے ہو، آخرت میں اتنا ہی پھل ملے گا، ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ رمضان میں خوب عبادت ہوتی ہے، آخری عشرے میں بڑھ بھی جاتی ہے، لیکن رمضان کا ٹارگٹ نہیں ملتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! رمضان ہو اور بڑی رات مل جائے، کون سی عبادت سب سے افضل ہے؟ فرمایا: عائشہ! اس رات میں، اس گھڑی میں، اللہ سے اپنی معافی کرالینا اللہ تعالیٰ سے اپنی معافی کرالینا۔

سچی بات یہ ہے کہ روٹھی ماں اتنی جلدی نہیں راضی ہوتی، جتنا جلدی روٹھا رب راضی ہوجاتا ہے۔ مولا کہتا ہے: میرے بندے تیری گندگیاں، سیاہیاں، بہت تیرے دامن میں ایک بھی نیکی کوئی نہیں، لیکن میرے در پر آیا ہے تیرے آنے میں دیر ہے، میرے معاف کرنے میں دیر نہیں، ایسا کریم ہے، بہانے ڈھونڈتا ہے نوازنے کے، بخشش کے بہانے ڈھونڈتا ہے، کیا پتا کون کب تک جیتا ہے، معافی کرالینا۔ کیا پتا معافی اور گناہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ پھر اللہ کے دربار میں حاضری ہوجائے اور خدانخواستہ اللہ نہ کرے، گناہ کیا، پھر کرلیا، توبہ کرلی اور پھر کرلیا اور توبہ کی اور پھر کرلیا۔۔۔ اللہ کریم کہتے ہیں: میرا بندہ توبہ سچی کرتا ہے، ندامت سچی ہے، شرمندگی سچی ہے، بشری تقاضے کی وجہ سے پھر گناہ کربیٹھا، لیکن پھر ندامت ہوگئی، پھر غلطی کربیٹھا پھر توبہ کرلی، پھر کوتاہی کربیٹھا پھر سچی معافی مانگ لی، اس نے معافی مانگنا نہیں چھوڑی، میں بھی معاف کرنا نہیں چھوڑوں گا۔۔۔! اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ

توبہ کی اور ٹوٹ گئی، توبہ کی اور ٹوٹ گئی اور اس نے توبہ کرنا نہیں چھوڑی، میں اسے معاف کرنا نہیں چھوڑوں گا! تو ایسا کریم داتا کون پائے گا؟ کب تک جییں گے؟ کب تک صحت رہے گی؟ کب تک زندگی رہے گی؟ فضا میں رکھا چراغ ہے بھائی! ایک جھونکے کی دیر ہے سویا اور صبح نہیں اٹھا، دفتر گیا واپس نہیں لوٹا، سڑک پر گیا واپس نہیں آیا، ایک جھونکے کی دیر ہے۔ سچی توبہ کرلینی چاہیے، اے اللہ! جو ہوا غلط ہوا، اللہ کرے آنکھوں سے آنسو بہ پڑیں، ورنہ دل روجائے، دل میں شرمندگی ہو۔ اے اللہ! آیندہ نہیں کروں گا، بہت ہوگیا، بہت گندگی کی زندگی گزری، تیری نافرمانیاں ہی کرتا رہا، لیکن تیری رحمت، تیری شفقت، پھر بھی کھلایا پلایا پہنایا عزت دی، نعمتوں کی حد کردی۔ مولا! اب بس۔۔۔ اب احسان فراموشی نہیں ہوگی، عزم کرلے اور گناہوں سے دست بردار ہوجائے۔ کب تک سود کھائیں گے؟ کب تک حرام ہوگا؟ کب تک نمازیں چھوٹی ہوں گی؟ کب تک خیانت ہوگی؟ کب تک گھر میں بے حیائی اور بے پردگی کے تماشے ہوں گے؟ بڑی ہمت ہے اللہ کے غضب سے مقابلہ کرنا، بڑا حوصلہ ہے۔ اس رب کی رحمت سے فائدہ اٹھائیں، اس کی نوازشات سے فائدہ اٹھائیں، سچی ندامت ہو!!

تیرے گناہوں کی بلندیاں آسمانوں کو چھونے لگیں، زمین بھر گئی، آسمان اور زمین کی فضا بھی بھر گئی، بلندیاں آسمانوں کو چھونے لگیں، ندامت شرمندگی لے کر آیا، معاف کردوں گا! اور کریم مولا کہتا ہے: صرف معاف نہیں کروں گا، تیرے تو سارے ریکارڈ بھی جلادوں گا، تاکہ کبھی تجھے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

آخری عشرہ ہے، بہت مبارک وقت ہے، سحری کی گھڑیاں ہیں، راتیں ہیں، شبِ قدر ہے، آخری عشرہ ہے، مانگ لیں اللہ سے اور پھر انہی راتوں میں اللہ سے استقامت بھی مانگ لیں کہ مولا توبہ میں نے کی ہے، استقامت بھی دے دے، معافی میں نے مانگ لی ہے اب استقامت بھی دے دے، فیصلہ کروالے اللہ سے تو اللہ کی ذات سے امید ہے رمضان مل جائے گا، آخری عشرہ مل جائے گا، ٹارگٹ مل جائے گا، یعنی سیزن لگ جائے گا، سچ کیا ہے؟ آنکھیں کھل جائیں گی، جیسی توبہ کرتا ہے ناں! تو جتنا اس دل کی آنکھوں پر زنگ ہوتا ہے اور جتنا اس دل کی آنکھوں پر سیاہی ہوتی ہے، جس نے ساری زندگی کا نقشہ بدلا ہوا ہے، وہ سارا اتر جاتا ہے، آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ زندگی وہ ہے، کیریئر وہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ

اے اللہ! حقیقی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔

کہ اللہ زندگی تو وہی ہے۔ اللہ ہم سب کو سچی ندامت، توبہ، معافی کی سعادت اور توفیق نصیب فرمائے۔

اسمائے الحسنیٰ کی جامعیت

عبدالمتین

اسمائے حسنیٰ باری تعالیٰ کے ان 99 ناموں کو کہتے ہیں جو کہ اللہ کے صفاتی نام ہیں۔ ہم بچپن سے ہی ان اسمائے حسنیٰ کے ساتھ کچھ مخصوص قسم کا جذباتی تعلق رکھتے ہیں، جن میں ان کا حفظ کرنا، ان میں اپنا نام ڈھونڈنا، مخصوص قرّاء کی خوب صورت آواز میں ان کی سماعت کرنا وغیرہ۔

اسمائے حسنیٰ کے متعلق ایک حدیث بچپن سے سنتے آئے ہیں، جس کا مفہوم ہے کہ ”جو ان اسمائے حسنیٰ کو یاد کر لے گا تو وہ اپنا ٹھکانا جنت بنا لے گا۔“ اس وقت تو یوں ہی معلوم ہوا کہ ہم نے ان ناموں کو یاد کر کے اپنی بکنگ تو کرا لی ہے، لیکن کافی عرصے بعد جب یہ حدیث سامنے آئی کہ ”حُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ“ کہ جنت کو (کانٹوں) مشکلات اور دشواریوں سے ڈھانپا گیا ہے، جس کی شرح یہ تھی کہ دنیا میں مشکلات کا سامنا اور آزمائش پر صبر نیز نفس پرستی سے بچ بچا کر آگے نکل جانا، یہ کانٹوں کو پار کرنا ہے، تب سمجھ آئی کہ اصل معاملہ یہ ہے کہ ربّ کائنات کی ان صفات کو یاد کر کے اور اس کے بعد بعینہ ان تعلیمات کا عملی مظاہرہ کرنا ہی اس بشارت کا حق دار بناتا ہے جو کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے دی ہے۔

اللہ پاک نے اپنے ان صفاتی ناموں کے ذریعے ہمیں وہ صفات اپنانے کی دعوت دی ہے جو ہمارے لیے ایک عبد اور بندگی کی حیثیت سے ناگزیر ہیں، گویا ربِّ تعالیٰ وعدۂ الست کی یاد تازہ فرماتے ہوئے، اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو فقط مسلمان کہلوانے پر اکتفا نہ کریں بلکہ ان صفات کو حتی الامکان اپنا کر عبدیت اور بندگی کا ثبوت دیں۔

آج ہم میں سے ایک عام مسلمان بعض اوقات دین پر عمل کرنے کے لحاظ سے اس حوالے سے خاص کر گلہ شکوہ کرتا دِکھتا ہے کہ میں کس مسلک اور کس مکتبِ فکر پر عمل پیرا رہوں، مجھے تو بس دین پر عمل کرنا ہے اور ہم جذباتی ہو کر ایسے شخص کو بآسانی اپنے مسلک کے فوائد بتانا شروع کر دیتے ہیں، حالاں کہ معاملہ اتنا آسان نہیں ہے، کیوں کہ جو شخص آپ کی فکر کو خود میں شامل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا تو وہ کیسے آپ کی بات کو یک بارگی پلّے باندھ لے گا؟ بعینہٖ یہی اندازِ دعوت کہیں اور پا کر بآسانی مائل ہو جائے گا۔

سو اس کا آسان حل یہ ہے کہ ہم ایسے کسی شخص کو جو دین پر عمل کا تازہ اور پُرجوش جذبہ لے کر حاضر ہو، اسے دین کے اس بنیادی اور اساسی نکتے کی دعوت دیں، جس کا ذکر نہایت جامعیت کے ساتھ ان اسمائے حسنیٰ میں موجود ہے، مثلاً، ہم اسے یہ سمجھانے پر زور دیں کہ وہ ذات جس کی ہم عبدیت اور غلامی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، وہ خالق ہے، باری ہے، مالک ہے، جس سے اسے اندازہ ہو جائے گا کہ وہ ہستی جو اس کے پورے اعصابی نظام کو ایک منظّم اور مرتّب شکل دے چکی ہے، وہ ذات جس کی تخلیق کسی سہارے کے بغیر اسے چھت دے چکی ہے، وہ ذات جو اس کے اِرد گِرد نصب پہاڑ اور دریاؤں کو ایک حدود تک قائم رکھے ہوئی ہے، وہ ذات جو ہمیں ہماری نسل کا ذریعہ بنا رہی ہے، وہ کس قدر قادر اور کس قدر لازوال اور عمدہ تخلیق کی حامل ذات ہے۔

ان باتوں سے سامع کے دل میں خالق کی حقیقت اور اس کے قادر ہونے کو پیوستہ کرنے کے بعد پھر اسے اس خالق کی تعلیمات کے متعلّق بتایا جائے، لیکن یہ کام تب کیا جائے جب اس کے ایمان اور یقین کے جذبے کا شجر کھل چکا ہو، جس کے بعد وہ ان تعلیمات تک ایک فطری جذبے کی طرح رسائی حاصل کر لے گا اور پھر اس شریعت پر عمل کرنا ہی اس کی طبیعت بن جائے گی۔

تعالیٰ

رمل اقبال

اک ایسا نام جس کا ذِکر ہم بار بار کرتے ضرور ہیں، مگر محسوس نہیں کرتے، اپنی زندگی کی مصروفیات میں گم رہتے ہیں، مگر جب کبھی ہم سخت پریشانی میں ہوں، دلِ اضطراب میں ہوں، دُور دُور تک کوئی آسرا نہ ہو، تنہائی نے ہمیں جکڑا ہو، اور ہم اپنے بستر پر لیٹے اپنی مصیبتوں سے لڑ رہے ہوں، نیند اُچاٹ ہو، سوچ سوالی ہو، اور ایسے میں اچانک سے ہماری نظر آسمان پر پڑے، صاف شفاف تاروں سے بھرا آسماں!

چاند کی چمک، ستاروں کی چادر، اس سب پر نظر پڑتے ہی ہمارے دماغ میں فوراً لفظ ”اللہ تعالیٰ“ آتا ہے اور اپنائیت کا احساس ہوتا ہے، پھر ہم اگلے ہی لمحے تمام پریشانیاں بھول کر اس پاک ذات کے پاک نام کو محسوس کرنے لگتے ہیں، ساتھ ہی۔۔۔۔ فوراً دماغ کے ساتھ دل اس کی طرف راغب ہوتا ہے، ہمیں ہمارا ماضی اس کی تکالیف یاد آتی ہیں اور دل میں اطمینان اترتا چلا جاتا ہے کہ ”اللہ“ ہے نا!!

جب وہ وقت نہیں رکا تو یہ کیسے رُکے گا۔ میرے ساتھ کوئی ہو نہ ہو ”اللہ تعالیٰ“ ہے نا!! وہ مجھے کیسے چھوڑ سکتا ہے؟ اس نے آج سے پہلے کب میری پکار رد کی؟ کب اس نے مجھے میرے حال پہ چھوڑا؟ کب ایسا ہوا میں نے رو کے فریاد کی ہو کہ میرا پردہ رکھ اور اس نے بے پردہ کیا ہو؟ کیا کبھی ماضی میں ایسا ہوا کہ میں نے ہچکیوں سے اسے پکارا ہو اور وہ انجان بن گیا ہو؟ ہم خود سے سوال کرتے چلے جاتے ہیں، ساتھ ہی آنکھوں سے ندامت کے اشک ٹپکنے لگتے ہیں۔

ایسی حالت میں ہم کافی مرتبہ سرگوشی میں اُس کا پاک نام ”اللہ تعالیٰ“ پکارتے ہیں۔

بس وہی حالت ہوتی ہے، جب ہم اپنے پروردگار کے نام کو محسوس کرنے لگتے ہیں۔

اور ہمارا رب بھی ہمارے آنسو، ہماری نیت، ہمارا خلوص، ندامت دیکھ کر ہمارے دل میں آہستہ آہستہ سکون بھرنا شروع کر دیتا ہے۔

ہم ”اللہ تعالیٰ“ کا نام پکارنے کے ساتھ محسوس کرتے کرتے کب نیند کی آغوش میں پھسل جائیں، پتا نہیں لگتا۔۔۔۔

بے شک! غم ہمیں ہمارے رب کے قُرب کے ساتھ ساتھ اس کی ذات کو محسوس کرنے کا بھی موقع دیتے ہیں۔۔۔۔

پہلا حصہ

قدرتی وسائل کی حفاظت

رابعہ فاطمہ

معاشرہ فرد سے بنتا ہے اور افراد فطرتاً ایک دوسرے جڑے ہوئے ہیں۔ معاشرے میں قائم معیشت، سماجی واخلاقی پہلو فرد کے بننے بگڑنے میں ہے۔ معاشرے کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام نے جنت سے کرّۂ ارض پر پہلا قدم رکھا تھا۔ انسان کو اللہ نے احسنِ تقویم پر پیدا فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ اس کو ارتقائی طبیعت سے مزین فرمایا، یہی وجہ ہے کہ روزِاول سے انسانی معاشرہ دن بدن ترقی کے مراحل طے کرتا رہا۔ انسان غاروں سے گھروں میں رہنے لگا۔ اونٹ کی سواری نے سائیکل کی سواری، پھر سائیکل کی سواری نے گاڑی کی سواری کی صورت اختیار کر لی۔ انسان نے پتّوں پر لکھنے سے کاغذ پر لکھنے کا سفر طے کیا۔ لکڑیوں کو تراش خراش کر قلم بنانا سیکھا اور اسی طرح مرحلہ در مرحلہ اپنے لیے سہولیات پیدا کیں۔

موجودہ دور بھی سائنس و ٹیکنالوجی کا دور ہے، جہاں اسے اَن گِنت سہولیات میسر ہیں۔ انسان اب حقیقی دنیا سے ڈیجیٹل دنیا میں داخل ہو رہا ہے، لیکن ان سہولیات کے پیچھے جو مسائل ہیں، کیا ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے انسان تیار ہے؟ کیا ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے جو سب سے بڑا مسئلہ ہے انسان کا فطرت سے دور ہونا ہے؟ کیا وہ اس بات سے باخبر ہے کہ اگر ماحولیاتی آلودگی پر ابھی کام نہیں کیا گیا تو یہ آنے والے وقتوں میں کیسا ناسور بننے والا ہے؟ ان سب کا جواب قرآن واحادیث کی روشنی میں ڈھونڈتے ہیں اور سیرتِ طیبہ اس حوالے سے کیا کہتی ہے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

کائنات کی عمر تقریباً پندرہ بلین جب کہ اس دنیا کی عمر کم و بیش 4.6 بلین سال بتائی جاتی ہے، جہاں دیگر سیاروں کی بہ نسبت اس دنیا میں زندگی کے انمول خزائن پائے جاتے ہیں۔ ترقی یافتہ انسان جوں جوں صنعت و حرفت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے، وہیں ماحولیاتی آلودگی کے مسائل میں بھی روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے بین الاقوامی سطح پر ماحولیاتی ادارے تحفّظ ماحول پر بات کرنے اور اس پر قابو پانے کے اقدامات کر رہے ہیں۔ جنگ و جِدل نے نظامِ ماحولیات کی صورت مزید ابتر کر دی ہے۔ کھانے کی قلّت، صاف پانی کی عدم دست یابی میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ماحولیات کی بقا صرف اور صرف اسلام کی تعلیمات میں مضمر ہے۔ قرآن و حدیث میں جا بجا ان انمول خزائن کی اہمیت وافادیت کو بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی حفاظت کے طریقوں سے بھی ہمیں آگاہ کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ زمین میں فساد کی مذمت فرمائی۔

”بے شک ہم نے بنی اسرائیل میں لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی، بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلایا اس نے سب کو جلایا۔“ (المائدہ:32)

پانی کی حفاظت: آج جنگ و فسادات سے اکثر و بیشتر معصوم انسانی جانیں موت کی نذر ہو رہی ہیں۔ اس آیت میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ایک جان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ ان جنگوں کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ ہوا، جس کے باعث ہر سال لاکھوں افراد آلودہ پانی پینے کی وجہ سے بیمار پڑ جاتے ہیں اور بچوں کی اموات میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اللہ نے انسان کو زمین میں اپنا نائب مقرر فرمایا، لیکن اس نائب نے ماحولیات جیسی امانت میں خیانت سے کام لیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانی کو زندگی کی بنیاد قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

وَهُوَ الَّذِى مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ
وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا

ترجمہ: ”اور وہی ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا کر جاری کر دیے، یہ نہایت شیریں ہے اور یہ کھارا (اور) کڑوا ہے اور ان کے درمیان ایک (قدرتی) حجاب اور روکی ہوئی آڑ ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے ہم پر واضح کیا کہ دو سمندر ملنے کے باوجود ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہو سکتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے لیے میٹھا پانی زندگی ہے۔ یہ میٹھا پانی مقدار میں صرف تین فیصد ہے، لہٰذا اس کی حفاظت کا ذمہ بھی انسان کے سپرد کیا، تاکہ وہ اس عظیم نعمت کا شکر کرے اور اس کو ضایع اور آلودہ ہونے سے بچائے۔ یہی وجہ ہے حدیث نبوی ﷺ میں سے پانی کو آلودہ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: نبی اکرم ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس نعمت کو ضایع کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے، وہ وضو کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا اسراف ہے؟ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں! اگرچہ تم جاری نہر پر ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو جیسے نیک کام میں بھی پانی جیسی نعمت کا بے جا خرچ اسراف کے زمرے میں آتا ہے۔

ماہرینِ ماحولیات اس بات پر حیرت زدہ ہیں کہ واٹر سائیکل کے حوالے سے قرآن نے ہمیں چودہ سو سال پہلے ہی بتا دیا تھا۔ سورۃ الفرقان میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا

اور بے شک ہم نے ان میں (پانی کے) پھیرے رکھے، تاکہ وہ دھیان کریں تو بہت لوگوں نے ناشکری کی۔ (الفرقان:50)

پانی کے ان پھیروں کی حفاظت کا انحصار ہمارے سپرد کیا گیا، لیکن ہم اسے اپنی تن آسانی کے لیے ضایع کر رہے ہیں۔ سورۃ الواقعہ میں ارشاد ہوتا ہے:

أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ
الْمُنْزِلُونَ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ
(الفرقان:68-70)

ترجمہ: بھلا بتاؤ وہ پانی جو تم پیتے ہو کیا تم نے اسے بادل سے اتارا یا ہم ہیں اتارنے

امام دار الہجرۃ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ خالص عربی النسل تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان یمن میں آباد تھا، سب سے پہلے آپ کے دادا نے مدینہ النبی ﷺ کی طرف ہجرت فرمائی اور یہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ محدّث تھے۔ آپ نے پہلی مرتبہ فقہی طرز پر حدیث کی مایہ ناز کتاب مؤطا امام مالک مدوّن کی۔

عشق رسول ﷺ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی عشق نبی ﷺ سے معمور تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایک ادا سے ہمیں عشق و محبت کا درس ملتا ہے۔ دورانِ سبق حضورِ اکرم ﷺ کا جیسے ہی نام لیا جاتا، آپ رحمۃ اللہ علیہ عقیدت و محبت سے اپنا سر جھکا لیتے۔

طریق تدریس: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس نہایت پُر کیف اور باوقار ہوتی تھی۔ درسِ حدیث سے قبل غسل فرما کر عمدہ لباس زیب تن کر کے قیمتی خوش بو لگا کر مسجدِ نبوی ﷺ میں تشریف لاتے اور دوزانو ہو کر بیٹھتے۔ دورانِ درس پہلو بھی نہ بدلتے۔

سیّدنا عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دورانِ درس کئی مرتبہ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا، ان پر تکلیف کے آثار نمایاں ہوئے، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درس کو موقوف نہ فرمایا، بلکہ اسی عقیدت کے ساتھ درس دیتے رہے۔ ہم نے فراغت کے بعد وجہ معلوم کی تو فرمانے لگے: "ایک بچھو نے سولہ مرتبہ ڈنگ مارا، اسی وجہ سے رنگ متغیر ہوتا رہا۔" یہ سب تعظیم کی وجہ سے تھا۔ (سنت نبویہ ﷺ کی تعظیم و توقیر)

بشارت: جمہور محدّثین کے نزدیک حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، جو کہ ایک پیشن گوئی ہے۔

"عن قریب لوگ طلبِ علم میں اپنے اونٹوں کے جگر پگھلادیں گے، پھر بھی انھیں مدینہ منوّرہ کے عالم سے بہتر کوئی عالم نہ مل سکے گا۔" (ظفر المحصلین) یعنی کہ ان جیسا عالم اس دور میں کوئی نہیں ہوگا اور لوگ ان سے دور دور کے سفر کر کے علم حاصل کرنے آیا کریں گے۔

کرمِ نبوت ﷺ: امام مالک فرماتے ہیں: "زندگی کی کوئی ایسی رات نہیں گزری، جس میں مجھے آقائے دوجہاں ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہوئی ہو۔"

معمولاتِ زندگی: آپ تمام عمر کرائے کے مکان میں زندگی بسر کرتے رہے، یہ وہ ہی مکان تھا، جس میں عبداللہ ابنِ مسعودؓ رہا کرتے تھے۔ مسجدِ نبوی ﷺ میں اس جگہ تدریس کے لیے جلوہ افروز ہوتے تھے، جہاں عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں جلوہ افروز ہو کر خطاب کیا کرتے تھے۔

درحقیقت یہ وہ ہی جگہ تھی، جہاں سرکارِ دوجہاں ﷺ اعتکاف فرمایا کرتے اور محوِ استراحت ہوا کرتے تھے۔

عقیدتِ مدینہ طیبہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو مدینۃ الرسول ﷺ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ ساری عمر کسی جانور پر سواری نہیں کی۔ فرماتے جس مقدّس شہر میں حضور ﷺ کا روضہ اطہر ہو، اس کی مٹی کو سواری کے سموں (کھروں) سے کیسے روندوں؟ اس عمل سے مجھے حیا آتی ہے۔

مورّخین نے لکھا ہے: آپ کبھی بھی مدینہ منوّرہ سے باہر تشریف نہیں لے گئے، تاکہ وصال مدینہ منوّرہ میں ہو اور جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس تمنّا کے مطابق آپ کا انتقال مدینہ منوّرہ میں ہوا، جس وجہ سے آپ نے پوری عمر مدینے میں ہی گزاری، وہ تمنّا پوری ہوئی۔ بعد از وفات آپ کو جنت البقیع میں مدفن عطا ہوا۔

والے۔ ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں، پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔

پانی کرّۂ ارض پر زندگی کی مانند ہے، انسان ہوں یا نباتات، چرند ہوں یا پرند سب کی زندگی اسی پانی سے جڑی ہے، لہٰذا ہمیں اس کی حفاظت کے لیے بروقت اقدامات کرنے ہوں گے، ورنہ وہ دن دور نہیں جب تیسری عالمی جنگ دیکھنے میں آئے گی۔

نباتات کی حفاظت: اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے نباتات کی حفاظت کا بھی اسی طرح حکم فرمایا ہے، جس طرح پانی کا۔ سیرت کے مطالعے سے یہ بات ہم پر واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس شہر میں بھی بطورِ فاتح جلوہ فرما ہوتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وہاں پر موجود نباتات کو نقصان پہچانے سے منع فرماتے تھے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ انسان ترقی یافتہ ہونے کی تگ و دو میں جنگلات کے جنگلات ختم کرتا چلا جارہا ہے۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ ہمیں درختوں کی حفاظت اور اس کے لگانے کی ترغیب دیتی ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو مسلمان درخت لگائے یا کھیتی باڑی کرے، پھر اس سے انسان، پرندے یا جانور کھائیں تو اسے صدقے کا ثواب ملتا ہے۔" نباتات کی حفاظت کی جہاں ترغیب ملتی ہے، وہیں اسے کاٹنے کی واضح ممانعت بھی ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیری کا درخت کاٹے گا، اللہ تعالیٰ اسے الٹے سر دوزخ میں ڈالے گا۔ اللہ کریم نے نباتات پیدا فرما کر انسانوں اور جانوروں کے لیے رزق کا انتظام فرمایا سورۃ البقرۃ آیت نمبر 22 میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ" اور ہم نے اتارا آسمان سے پانی تو اس سے پھل نکالے تمہارے رزق کو

غور طلب بات یہ ہے کہ ہم نباتات کو ترقی کے نام پر روندتے چلے جارہے ہیں، پکی سڑکوں کو بنانے کے چکر میں درختوں کا پل بھر میں صفایا کر دیتے ہیں۔

آج مختلف تنظیمیں پانی نباتات اور جمادات کی حفاظت میں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔ اسلام نے چودہ سو سال پہلے ہی ان انمول خزائن کی حفاظت کے طریقے ہمیں سکھا دیے تھے، لیکن ہم اپنی ترقی کے زعم میں، خود اپنے ہی ہاتھوں، اپنی ہلاکت کا سبب بنتے جارہے ہیں۔

جانوروں کی حفاظت: جنگ وجدل نے جہاں پانی اور نباتات جیسی نعمتوں کو نقصان پہنچایا ہے، وہیں جانوروں پر بھی اس کے اثرات مرتّب ہوئے ہیں۔ جانوروں کے حقوق اور ان کی فلاح و بہبود کے لیے اسلام میں باقاعدہ قوانین ملتے ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک روا رکھنا چاہیے۔ حضرت ابنِ عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہوا کہ اس نے بلی کو پکڑ رکھا تھا، یہاں تک کہ وہ بھوک سے مر گئی۔ یہ عورت نہ اسے کھانے کو کچھ دیتی تھی اور نہ اسے چھوڑتی کہ حشرات الارض سے اپنی غذا حاصل کر لیتی۔ معلوم ہوا جانوروں کو کسی بھی قسم کی اذیت دینا انسانیت کے خلاف ہے، حتّٰی کہ انھیں برا کہنے سے بھی منع فرمایا، رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے: مرغ کو برا مت کہو، کیوں کہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔ ائمہ محدّثین اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ اس حکم کا اطلاق تمام جانوروں پر ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

Perfect®
FRESHENER
TAKE A
Different Vibe
Perfect
FRESHENER
summe
LA PERFUME
DRY 300 ml
Perfect
FRESHENER
Life
DRY 300 ml
Perfect
FRESHENER
BLOOM
LA PERFUME
DRY 300 ml
Perfect
FRESHENER
Dream
LA PERFUME
DRY 300 ml
رہو خوشبوؤں میں

قرض پر نفع حاصل کرنے کا حکم

سوال: ایک گاہک دکان دار سے پچاس لاکھ روپے کے چاول خریدتا ہے، لیکن گاہک کے پاس نقد پیسے نہیں ہیں، اب درمیان میں تیسرا شخص آکر کہتا ہے کہ آپ کی جگہ پیسے میں دیتا ہوں، لیکن ایک مہینا بعد مجھے اپنے پچاس لاکھ روپے واپس کرنے کے ساتھ چاول کے ہر کلو میں بیس روپے اضافی بھی دینے ہوں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ اضافی پیسے لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ قرض دینے والا اگر قرض میں کوئی ایسی شرط لگائے جس کی وجہ سے اس کو فائدہ ہو تو اس طرح معاملہ کرنا سود کے زمرے میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔
صورتِ مسئولہ کے مطابق اگر گاہک دکان دار سے چاول خریدے اور درمیان میں تیسرا شخص چاول کی رقم پچاس لاکھ روپے دکان دار کو دے دے اور یہ شرط لگائے کہ ایک متعیّن مدّت کے بعد مجھے پچاس لاکھ روپے لوٹانے کے ساتھ ہر کلو میں بیس روپے بھی دینے ہوں گے تو یہ دراصل قرض پر نفع لینا ہے جو شرعاً حرام ہے، تاہم اس کی متبادل جائز صورت یہ ہے کہ قرض دینے والا اُن اشیا کو دکان دار سے خود خرید کر ان پر قبضہ کرنے کے بعد گاہک پر متعیّن نفع کے ساتھ ادھار بیچ دے۔

ڈیلیوری کے اخراجات کو مبیع کی قیمت کا حصہ بنانا

سوال: اگر ڈیلیوری کے اخراجات مبیع کی قیمت کا حصہ بنایا جائے، جیسا کہ ہوم ڈیلیوری میں ہوتا ہے تو معاملے پر کیا اثر پڑے گا؟

جواب: واضح رہے کہ شریعت مطہّرہ کی رو سے بیع نام ہے ایک مال کو دوسرے مال سے باہمی رضامندی کے ساتھ تبدیل کرنے کا اور جو بیع فقہائے کرام کے بیان کردہ شرائط کے مطابق ہو تو وہ درست ہے۔

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

سوال میں مذکور مسئلے میں دو صورتیں بنتی ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے قیمت بیان کرے اور کہے کہ مبیع کو مشتری کے گھر پر حوالہ کروں گا تو اس صورت میں بائع پر لازم ہوگا کہ مبیع مشتری کو پہنچادے اور طے شدہ قیمت سے زیادہ پیسے نہ لے، البتہ اگر پہلے سے قیمت بتاتے ہوئے اس میں ڈیلیوری اخراجات کو بھی قیمت کا حصہ بنادیا تھا تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔
دوسری صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے قیمت الگ بیان کرے اور یہ واضح کہے کہ ڈیلیوری کے اخراجات مشتری پر ہوں گے اور مشتری اس پر راضی ہو تو یہ معاملہ بھی شرعاً درست ہوگا اور مشتری کو قیمت کے ساتھ ساتھ ڈیلیوری اخراجات بھی ادا کرنے ہوں گے۔

جن دواؤں پر Notforsale&quot لکھا ہو، ان کی خرید وفرخت کا حکم

سوال: جن دواؤں پر Noteforsale لکھا ہو، ان کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب: سوال میں پوچھی گئی صورت میں اگر ان دواؤں کا فروخت کرنا قانوناً ممنوع نہ ہو، بلکہ یہ دوائیاں حکومت یا کسی ادارے کی طرف سے ڈاکٹر کو ملکیتاً دی گئی ہوں تو ان دواؤں کو فروخت کرنا جائز ہوگا اور اگر یہ دوائیاں ڈاکٹر کو ملکیتاً نہیں دی گئیں، بلکہ مریضوں کو دینے کے لیے دی گئی ہیں تو پھر ان دواؤں کا فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

سودی اور غیر سودی بینکوں کے لیے سافٹ ویئر (Software) بنانے والی کمپنی میں سافٹ ویئر انجینئر کے طور پر ملازمت کرنے کا حکم

سوال: ایک سافٹ ویئر کمپنی سودی اور اسلامی دونوں قسم کے بینکوں اور فنڈز کمپنیوں کے لیے سافٹ ویئر بناتی ہے تو کیا کسی سافٹ ویئر انجینئر کے لیے ایسی کمپنی میں کام کرنا جائز ہے؟

جواب: واضح رہے کہ سودی بینک کے لیے ایسا سافٹ ویئر بنانا جو صرف سودی لکھت پڑھت اور حساب کتاب کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے، جائز نہیں ہے، لیکن ایسا سافٹ ویئر جو سودی معاملات کے لیے مختص نہ ہو، بلکہ دوسرے کاموں یا غیر سودی بینک میں بھی استعمال ہو سکتا ہو تو ایسا سافٹ ویئر تیار کرنا شرعاً جائز ہے۔
لہٰذا مذکورہ کمپنی میں جب دونوں قسم کے سافٹ ویئر بنائے جاتے ہیں تو آپ کا وہاں ملازمت کرنا ناجائز نہیں ہوگا، بلکہ پہلے قسم کا سافٹ ویئر بنانے سے اجتناب ضروری ہوگا اور اگر اس سے پہلے کبھی ایسا سافٹ ویئر بنالیا ہو تو اس کام کے عِوض ملنے والی اُجرت صدقہ کرنا لازم ہوگی۔

مختلف اداروں کے باہر ایجنٹ بن کر لوگوں کے کام کرنے اور اجرت لینے کا حکم

سوال: مختلف اداروں کے باہر جو لوگ ایجنٹ بن کر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، ان کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی کا ایجنٹ (وکیل) بن کر جائز کام کرنا اور اس پر طے شدہ اُجرت وصول کرنا شرعاً درست ہے، بشرطیکہ اس میں دیگر غیر شرعی امور (مثلاً: جھوٹ، خیانت، دھوکہ اور رشوت وغیرہ) کا ارتکاب لازم نہ آئے۔

کمی بیشی کے ساتھ پرانے نوٹ دے کر نئے نوٹ لینا کیسا ہے؟

سوال: عید کے موقع پر لوگ پرانے نوٹ دے کر نئے نوٹوں کی گڈی لیتے ہیں اور نئے نوٹ دینے والا مثلاً 1000 روپے کی گڈی پر کچھ اضافی رقم 200 یا 300 روپے لیتا ہے، مجھے یہ بتادیں کہ یہ اضافی رقم لینا کیسا ہے؟

شام کو لازم پکڑلو

عصمت اسامہ

ترکی اور شام کے حالیہ زلزلہ نے امت مسلمہ کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا ہے۔ پاکستان سے امدادی کارروائیوں میں حصہ لینے والے اہلِ فکر و نظر کا کہنا ہے کہ شام کے مسلمان فوری توجہ چاہتے ہیں، اس لیے کہ وہاں کوئی سینٹرل حکومت نہیں ہے، نہ سماجی ڈھانچا اور نہ ادارے۔ ہزاروں لوگ ملبے تلے دب، اللہ کو پیارے ہوگئے، جب کہ کچھ حیرت انگیز طور پر ہفتے عشرے بعد بھی زندہ نکل آئے۔ "جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے!" سوشل میڈیا پر دو مکانوں کے درمیان ایک بچے کی ویڈیو، جسے نشیبی جگہ سے اس کا والد پکار کے کہہ رہا ہے "قل! لا الہ الا اللہ" اسی طرح کئی زخمیوں کا حالتِ نزع میں تلاوتِ قرآنِ پاک کرنا، ایک چھوٹی بچی بے ہوشی میں کہہ رہی ہے کہ میری نماز قضا ہوگئی ہے، میرا کیا بنے گا؟ انتہائی ایمان افروز ہے۔ اتنا مضبوط اور تروتازہ ایمان جو بچوں میں بھی واضح نظر آرہا ہے، شاید دنیا کے کسی اور خطے میں موجود نہیں! ان مقدّس مناظر نے مجھے مجبور کیا کہ شام کے بارے میں سوچوں؟ قرآنِ پاک میں سرزمینِ شام کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ترجمہ: گو، انھوں نے ابرہیم کے ساتھ مکر کا ارادہ کیا، لیکن ہم نے انھیں ناکام بنادیا اور ہم نے ابرہیم اور لوط کو نجات دے کر اس سرزمین پر پہنچادیا، جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔ (الانبیاء: 70,71)

ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اس بابرکت سرزمین کے بارے میں فرماتے ہیں: اس بابرکت سرزمین سے مراد شام کی سرزمین ہے اور تمام اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، عراق سے شام ہی کی طرف گئے تھے۔ اس زمانے میں شام دراصل بہت وسیع سرزمین تھی، جس میں اُردن، لبنان اور فلسطین بھی شامل تھے۔

علامہ عبدالرحمٰن السعدی کہتے ہیں: بابرکت سرزمین سے مراد شام کی سرزمین ہے اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سرزمین پر بہت سارے انبیاء کو مبعوث فرمایا تھا، دوسری یہ کہ اسی سرزمین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے ہجرت کے طور پر منتخب فرمایا اور تیسری یہ کہ اسی سرزمین پر اللہ کے تین گھروں میں سے ایک گھر واقع ہے اور وہ "بیت المقدس" ہے۔

نبی کریم ﷺ نے شام کے بارے میں ارشاد فرمایا: عن قریب ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوگی تو روئے زمین پر بسنے والے لوگوں میں سب سے اچھے لوگ وہ ہوں گے، جو حضرت ابراہیم کی جائے ہجرت (شام) میں مستقل رہائش اختیار کریں گے۔ (الحاکم عن ابی عبداللہ)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔ ترجمہ: عن قریب تم کئی فوجوں میں تقسیم ہو جاؤ گے، ایک فوج شام میں ہوگی، دوسری عراق میں اور تیسری یمن میں۔

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ سے گذارش کی کہ ان تینوں فوجوں میں سے ایک فوج میرے لیے منتخب کر دیجیے! تو آپ ﷺ نے فرمایا: عَلَيْكَ بِالشَّام، تم لازمی طور پر شام کی فوج میں رہنا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اس لیے کہ شام اللہ کی پسندیدہ سرزمین ہے، اسی زمین کی طرف اللہ کے بندوں کے گروہ کو اکٹھا کیا جائے گا اور جس شخص کو شام کی فوج میں شمولیت سے انکار ہو، وہ یمن چلا جائے اور اس کے پانی سے سیراب ہو اور یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہلِ شام کی ضمانت دی ہے۔" (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ہے کہ "مسیح دجال مشرق سے آئے گا، پھر فرشتے اسے شام کی طرف بھگادیں گے اور وہ مدینہ کی طرف پیش قدمی کرے گا، یہاں تک کہ وہ اُحد کے پہاڑوں کے پیچھے تک پہنچ جائے گا، پھر فرشتے اسے شام کی طرف بھگادیں گے اور پھر اسے ہلاک کر دیا جائے گا۔" (ترمذی، صحیح البانی)

گزشتہ کئی دہائیوں سے شام کے مسلمان الم ناک زندگی گزار رہے ہیں، امتِ مسلمہ کا فرض بنتا ہے کہ مصیبت کی گھڑی میں شام کے مسلمانوں کی ہر ممکن مدد کریں۔

جواب: واضح رہے کہ جب نوٹوں کا تبادلہ کرنا ہو اور ایک ہی ملک کی کرنسی ہو تو اس میں برابری ضروری ہے، جب کہ کمی یا زیادتی سود میں شمار ہوگی، چاہے نوٹ نئے ہوں یا پرانے ہوں، لہٰذا 1000 روپے کے نوٹوں کی گڈی پر 200 یا 300 روپے اضافی رقم لینا سود ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

مبیع تولے بغیر وزن کی بنیاد پر بیع کرنا

سوال: ہمارے ہاں پنجاب میں گندم کا بھوسا بیچنے کا طریقہ کار یہ ہے کہ بھوسے کا ڈھیر لگا کر مٹی سے لپائی کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کو وزن کے اعتبار سے بیچا جاتا ہے۔ وزن کرنے کے دو طریقے ہیں: ایک تو ترازو لگا کر باقاعدہ تولنے کا ہے، لیکن یہ ذرا مشکل ہے اس لیے کم استعمال ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ جتنے من گندم حاصل ہوئی تھی، اس سے حاصل ہونے والے بھوسے کو بھی اتنے من ہی شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً: سو من گندم ہوئی تو بھوسہ بھی سو من ہی شمار ہوگا، حقیقت میں چاہے کم ہو یا زیادہ۔ اس کے بعد فی من کی قیمت طے کر کے سو من کی قیمت ادا کر دی جاتی ہے۔ بعض لوگ گندم کی مقدار زیادہ بتا کر خریدار کو دھوکہ بھی دیتے ہیں۔ کیا بھوسہ بیچنے کا دوسرا طریقہ شرعاً درست ہے؟

جواب: اگر کسی وزن کی جانے والی چیز کو اندازے سے خریدا جائے تو وزن کرنا شرعاً ضروری نہیں رہتا۔ مذکورہ صورت میں اگرچہ گندم کا وزن ذکر کیا جاتا ہے، لیکن اس کا اصل مقصد بھوسے کا درست اندازہ لگانا ہوتا ہے، حقیقت میں یہ معاملہ اندازے سے ہی ہو رہا ہوتا ہے نہ کہ وزن کی بنیاد پر، اس لیے وزن کرنا ضروری نہیں۔ سارا ڈھیر کم ہو یا زیادہ خریدار کا ہو جاتا ہے، البتہ وزن بتانے میں غلط بیانی جھوٹ اور دھوکہ ہے جو کسی صورت میں جائز نہیں۔

وزنی چیز بیچتے وقت دوبارہ وزن کرنے کا حکم

سوال: میں نے کمپنی سے ایک چیز لی ہے، اس کا وزن ہوا ہے، میں اس کو بیچوں گا تو کیا دوبارہ وزن کرنا لازمی ہے؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں اگر کمپنی خریدار یا اس کے وکیل کے سامنے وزن کر کے فروخت کرے یا کمپنی کسی مخصوص تھیلے یا برتن یا پیکٹ میں کوئی چیز فروخت کرے تو سائل پر بیچتے وقت دوبارہ اس کا وزن کرنا لازم نہیں ہے، بصورتِ دیگر دوبارہ وزن کرنا لازمی ہے۔

آخری حصہ

امراض و احتیاط

حکیم شمیم احمد

جگر کے مریضوں کے لیے شفایاب ادویہ

ڈاکٹر ندیم چوہدری صاحب نے امریکا سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے معدہ اور جگر کے خاص معالج کی حیثیت سے مقام حاصل کیا اور انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے ملک میں مخلوق کی خدمت کریں گے۔ انھوں نے ایلوپیتھک ادویات کے مضر اثرات کو محسوس کرتے ہوئے تحقیق کی کہ اس کے علاوہ وہ کون سا ایسا طریقۂ علاج ہے، جو نقصان پہنچائے بغیر ہیپاٹائٹس کے مریضوں کو شفا دے سکے۔ اس مقصد کے لیے وہ اُن ملکوں میں گئے، جہاں ایلوپیتھک ادویات استعمال نہیں ہوتیں، جیسے روس، کوریا، چین وغیرہ اور وہاں رہ کر معلومات حاصل کیں اور مشاہدات کیے کہ وہ جگر کے امراض میں کیا استعمال کرتے ہیں، اسی جِدّ و جُہد میں انھوں نے جڑی بوٹیاں اور اشیا کو دریافت کیا۔ وہ بڑی کام یابی سے یہ ادویات جگر کے مریضوں کو استعمال کروا رہے ہیں اور لوگ آپ کے ہاتھوں شفایاب ہو رہے ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے لاہور میں ایک شاندار ہسپتال تعمیر کروایا ہے۔ ہم نے اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب کے مضامین سے استفادہ کیا ہے۔ از حکیم شمیم احمد

ہیپاٹائٹس کا مطلب جگر میں سوزش کا پیدا ہو جانا ہے بعض زہریلی اور مضر اشیا کے کھانے سے جب یہ آنتوں کے راستے خون میں جذب ہو کر جگر سے گزرتی ہیں تو ان کے منفی اثرات کی وجہ سے جگر میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے، اس کو (toxicHepatitis) کہتے ہیں۔ کثرتِ شراب نوشی، ادویات کا بے جا استعمال اور کُشتہ جات وغیرہ بھی اس مرض کا سبب بنتے ہیں۔ اکثر مریض جو خون چھڑوانے کے بعد اس مرض کا شکار ہوتے ہیں، وہ عموماً ہیپاٹائٹس سی کے مریض ہوتے ہیں۔

ہیپاٹائٹس کے علاج کے سلسلے میں دنیا کے مختلف ممالک میں بکثرت استعمال ہونے والی ادویات دو طرح کی ہیں۔ 1 ایلوپیتھک ادویات 2 متبادل ادویات

1 **ایلوپیتھک ادویات**: دنیا کے اکثر ممالک میں ہیپاٹائٹس سی کے لیے متّفقہ طور پر استعمال ہونے والی ایلوپیتھک ادویات ہیں۔ ایک انٹرفیرون کے ٹیکے ہیں اور دوسری دوا رائباوائرن ہے، جو کیپسول اور گولی کی شکل میں دستیاب ہیں۔ ان دونوں دواؤں کے اکٹھے استعمال سے ہیپاٹائٹس کے علاج میں کمیابی کا تناسب ۵۰ ٪ تک ہے، مگر اس علاج کا بہت بڑا منفی پہلو یہ ہے کہ یہ علاج مہنگا ہونے کے ساتھ ساتھ بہت تکلیف دہ بھی ہے۔ بعض مریضوں میں ان دواؤں کے اتنے زیادہ تکلیف دہ اور خطرناک مضر اثرات ہو سکتے ہیں کہ اگر مریض علاج سے پہلے ان کے بارے میں جان لے تو اس کو علاج کے لیے قائل کرنا شاید بہت مشکل، بلکہ ناممکن ہو جائے، چناں چہ انصاف یہ ہے کہ علاج شروع کرنے سے پہلے مریض کو اس علاج کے فائدے اور نقصانات بتا کر مریض کو قائل کر کے اعتماد میں لے کر علاج شروع کرنا چاہیے۔ مریض کو ان ادویات کے مضر اثرات سے بے خبر رکھ کر علاج کرنا مناسب نہیں۔ یہ علاج کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔

انٹرفیرون کے مضر اثرات میں تھکاوٹ، بخار، سر درد پٹھوں اور جوڑوں اور ہڈیوں میں درد، ڈپریشن، چڑچڑاپن، نیند کا نہ آنا، بھوک کی کمی، دست، قے، پیٹ درد، گیس، کمر درد، جگر درد، مسوڑھوں میں خون، چکر آنا، دماغی صلاحیت کی کمی، جسم کا سوجنا، غیر ارادی حرکات، کمزوری غیر مرتکز توجہ، بال گرنا، خشکی، خارش، سانس پھولنا، بلڈ پریشر کم یا زیادہ ہونا، دل کی دھڑکن، بے قاعدہ پردہ بصارت پر خون یا دھبے اس کے علاوہ خون کے اندر شوگر کا بڑھ جانا، خواتین میں ایام کی بے قاعدگی، تھرّائڈ کا بڑھ جانا، خون کے سفید خلیات میں کمی وغیرہ ہیں، جب کہ رائباوائرن کے مضر اثرات میں ایچ بی کی کمی اور بلوروبن کا بڑھ جانا، H.B کی کمی سے دل کے درد کا امکان ہوتا ہے، حاملہ مریضہ کے ہونے والے بچے کی ساخت میں نقائص پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی طرح کھانسی اور سانس کا پھولنا بھی انہی مضر اثرات میں شامل ہیں۔

2 **متبادل ادویات**: جہاں تک قوّتِ مدافعت بڑھانے یا محرّک کرنے کا تعلق ہے، نمکیات میں جست قوّتِ مدافعت کو محرّک کرتا ہے۔ نباتات میں میتھی دانہ قوّتِ مدافعت کو بڑھاتا اور محرّک کرتا ہے۔ ملیٹھی اور زِنک میں قوّتِ مدافعت کو بڑھانے کی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں۔

جاپانی سائنس دانوں کی تحقیق کے مطابق ملیٹھی، کرونک ہیپاٹائٹس کا بہترین علاج ہے، جب کہ جرمن سائنس دانوں نے اسے جگر کے کینسر میں بہت مفید اور موثّر قرار دیا ہے۔ دوسری نباتاتی جڑی بوٹی جو جگر کے امراض میں نمایاں مقام رکھتی ہے، اونٹ کٹارا ہے، یہ بوٹی اپنے بیجوں کی افادیت کی وجہ سے جگر کے خلیوں کی دیواروں پر اثر انداز ہو کر جگر کی بافتوں کو مظبوط کر دیتی ہے۔ یہ بوٹی ہر قسم کے یرقان میں جگر کے دفاعی نظام کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ ہیپاٹائٹس کی موجودگی میں جگر کے خلیوں کو نقصان نہیں ہو سکتا۔ یہ دوا جگر کی سوزش اور یرقان کو ختم کرتی ہے۔ مزید یہ کہ یہ دوا جگر کو نقصان پہنچانے والی ادویات کے مضر اثرات کو نہ صرف ختم کرتی ہے، بلکہ نقصان دہ خلیوں کی دوبارہ مرمّت کر کے جگر کی ماہیت کو بحال کرتی ہے اور جگر کی ہضم کرنے والی رطوبت، صفرہ میں اضافہ کر کے نظام ہضم کو بہتر بناتی ہے۔

قانونِ فطرت ہے کہ ہر جاندار خوراک کھاتا ہے اور غیر ضروری فضلات باہر خارج کرتا ہے۔ جسم سے مادّوں کے اِخراج کی رفتار اگر کم ہے تو غیر ضروری فضلات کے مکمل خارج نہ ہونے کی صورت میں جسم سے فاضل مواد جمع ہونا شروع ہو جائے گا اور اس میں بندش اور رُکاوٹ والے امراض پیدا ہو جائیں گے، مثلاً، گلٹیاں، رسولیاں، بواسیر، حیض، بندشِ حیض، خون کا گاڑھا ہونا اور بَلند فشارِ خون وغیرہ وغیرہ۔

جسم سے مادّوں کے اِخراج کی رفتار اگر ضرورت سے زیادہ ہے تو زیادہ مقدار میں رطوبتوں کے اِخراج کی وجہ سے بھی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اسہال، زیادتی حیض، لیکوریا اور اس کے نتیجے میں کم فشار خون، نظر کی کمزوری، دماغ کی کمزوری، پٹھوں کی کمزوری وغیرہ کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔

انسانی جسم کے تمام اعضا بھی اپنی اپنی خوراک لیتے ہیں اور فضلات خارج کرتے ہیں، اسی طرح جگر بھی ایک اہم عضو ہے، یہ خوراک لیتا ہے اور خارج کرتا ہے، اگر کسی وجہ سے جگر اپنی خوراک تو لیتا رہے، لیکن فضلات نہ نکال سکے تو یہ غیر ضروری مواد جگر میں پڑا رہے گا اور کچھ عرصہ بعد یہ مواد متعفّن ہو کر جگر کو خراب کرنے کا سبب بنے گا۔

جگر کا علاج کرتے وقت، سب سے پہلے جگر سے وہ متعفّن رطوبات نکالی جائیں جو جگر کو متاثر کرنے کا سبب بنی ہے۔ مواد کے زیادہ اِخراج کی وجہ سے جگر میں کمزوری پیدا ہو گی، اس لیے مقوّی جگر یا اکسیرِ جگر ادویات اور غذائیں دینی چاہییں، یہ اس وقت تک ہو گا جب تک جگر رطوبتوں کی زیادتی کی وجہ سے حجم میں بڑھ گیا ہو، لیکن اگر جگر سکڑ گیا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رطوبات جگر سے زیادہ مقدار میں خارج ہو گئی ہیں۔ اس وقت ایسی دوائیں اور غذائیں دی جائیں، جو جگر کو پھیلانے کی صلاحیت رکھتی ہوں، یعنی ہم جس تاثیر کی حامل دوائیں استعمال کروائیں گے، اسی مناسبت سے بھرپور غذائیں بھی استعمال کروائیں گے، مثلاً: اگر ہم مریض کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ بکرے کا شوربہ روٹی سے کھائے، چناں چہ اگر ہم مریض کے جسم سے مواد خارج کرنا چاہتے ہیں اور نظامِ انہضام کو بھی تقویت دینا چاہتے ہیں تو شوربہ کالی مرچ میں پکانے کی تاکید کریں، لیکن اگر اس کے برعکس مریض کے جسم میں مواد کو جمع کرنا چاہتے ہیں تو شوربہ میں لال مرچ ڈالنے کی تاکید کریں، کیوں کہ کالی مرچ مواد کو خارج کرتی ہے، جب کہ سرخ مرچ مواد کو جمع کرتی اور بڑھاتی ہے۔

ہیپاٹائٹس کے مریض کے لیے مناسب اور متوازن غذا کے لیے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس میں مریض کی مرضیاتی حالت کے مطابق ایک مخصوص مقدار اور تناسب سے کاربوہائیڈریٹ گروپ کی غذائیں شامل ہوں اور اس کے ساتھ ہی سبزیاں پھل بھی ایسے دیے جائیں جن سے مرض میں بہتری پیدا کرنے کا امکان ہو، علاوہ ازیں دودھ اور اس سے متعلّق اشیا مثلاً کیلشیم اور وٹامن پر مشتمل غذا بھی مناسب مقدار میں دینا ضروری ہے اور اس سلسلے میں اہم ترین بات یہ ہے کہ گوشت اور گوشت کی نعم البدل غذائیں بھی لازمی دی جائیں، تاکہ جسم کو پروٹین اور وٹامن بی بھی مناسب مقدار میں مل سکیں، البتہ روغنیات سے بھرپور غذاؤں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یاد رکھیں! ہر گروپ کی غذاؤں کے اپنے فائدے اور استعمال نہ کرنے کے اپنے نقصانات ہیں، ان میں سے کسی گروپ کی غذا کو مستقل طور پر چھوڑ دینا یا نظر انداز کرنا غیر متوازن کہلائے گا اور نقصان کا سبب بنے گا، اس کے علاوہ وٹامنز اور معدنیات کو اضافی طور پر لینا محفوظ مقدار سے تجاوز کر جاتا ہے، جو جگر کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہیپاٹائٹس کا علاج کرتے وقت دوا کے ساتھ متوازن غذا کی پابندی زیادہ اہمیت کی حامل ہے، کیوں کہ ہیپاٹائٹس کا مریض اگر اپنی جسمانی ضرورت سے کم مقدار میں کھائے گا تو اس کمی کو پورا کرنے کے لیے جسم کے اندر ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہو جائے گا، جس کی وجہ سے وزن میں کمی ہونے لگے گی اور کمزوری بڑھ جائے گی اور جگر پر دباؤ کی وجہ سے اس میں ٹوٹ پھوٹ اور تباہی کی رفتار بھی بڑھ جائے گی اور اگر ہیپاٹائٹس کا مریض موٹاپے کا شکار ہو تو اس کو بھی وزن تیزی سے کم نہیں کرنا چاہیے، یہ جگر میں بہتری لانے کے بجائے نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ہیپاٹائٹس میں پانی اور نمکیات کی مقدار کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ ابتدائی درجہ میں جب تک پیٹ میں پانی نہ پڑے یا پاؤں اور ٹانگوں میں سوجن نہ پیدا ہوئی ہو، مزید پانی مشروبات نمکیات اپنی ضرورت اور پیاس کے مطابق لے سکتا ہے، بلکہ بخار، قے، دست کی صورت میں پانی مشروبات اور نمکیات کی ضرورت بیماری کی نوعیت اور شدّت کے لحاظ سے بڑھ جاتی ہے، لیکن ایسے مرحلے میں جس میں ریشے دار تبدیلیاں پیدا ہو جائیں اور جگر سکڑنا شروع ہو جائے تو نمک کی مقدار کم کر دینا چاہیے، بلکہ سالن میں موجود نمک ہی کافی ہے، اگر مریض ایسی حالت میں نمک سے پرہیز نہیں کرے گا تو پیشاب آور دوائیں بھی اس کے پیٹ کے پانی کو کم نہ کر سکیں گی، کیوں کہ ایک گرام خوردنی نمک پیٹ میں دو سو ملی لیٹر پانی کے اضافے کا باعث بنتا ہے اور پانچ گرام نمک ایک لیٹر پانی بڑھا دیتا ہے۔

تاہم! مریض پانی مشروبات حسبِ ضرورت لے سکتا ہے، لیکن جب پیٹ میں پانی پڑا ہو اور خون کے ٹیسٹ کروانے پر خون میں سوڈیم کی مقدار ۱۲۰ ملی مول فی لیٹر سے کم ہو تو ایسے مریض کو پانی اور مشروبات کی مقدار بھی کم کر دینی چاہیے، ورنہ علاج سے فائدے کے امکانات بہت کم ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں پیاس محسوس ہونے پر منہ میں برف کا ٹکڑا رکھنا چاہیے۔

معدنیات کے حوالے سے یہ بات نوٹ کی گئی ہے کہ جگر کے سکڑاؤں والے مریضوں میں عموماً کیلشیم، زنک اور میگنیشیم کی کمی ہو جاتی ہے، اس لیے ایسی اشیا استعمال کرنی چاہیے جو اس کمی کو پورا کر سکے۔ ہیپاٹائٹس کے مریضوں میں آئرن کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے، کیوں کہ کے ہیپاٹائٹس سی کے مریضوں میں آئرن کی مقدار پہلے ہی ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے، اس لیے آئرن کے بڑھنے سے جگر میں سوزش اور ریشے دار تبدیلیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے، چناں چہ مریضوں کو ایسی خوراک دی جائے، جس میں یہ کم سے کم ہو۔

غیرتِ ایمان — حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا

ندا اختر

ربیع نام قبیلہ خزرج کے خاندان تجار سے تھیں۔ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ ایاس بن بکر لیثی سے شادی ہوئی، صبح کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔

لڑکیاں دف بجا بجا کر شہدائے بدر کے مناقب میں اشعار پڑھ رہی تھیں، اس دوران آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بھی کچھ اشعار پڑھے، جس میں ایک مصرعہ یہ تھا۔

وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ ،مَافِي غَدٍ اور ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ نہ کہو" (اوراس کے علاوہ جو کہتی تھیں وہ کہو) حضرت ربیع غزوات میں شرکت کرتی تھیں، زخمیوں کا علاج کرتیں، لوگوں کو پانی پلاتیں، مقتولوں کو مدینہ پہنچاتیں اور فوج کی خدمت کرتی تھیں۔ جوشِ ایمان اس سے ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ اسماء بنت مخربہ جو ابوربیعہ مخزومی کی بیوی تھیں اور عطر بیچتی تھیں، چند عورتوں کے ساتھ ربیع رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں اور ان کا نام ونسب دریافت کیا، چوں کہ ربیع رضی اللہ عنہا کے بھائی بھی ابوجہل کے قتل میں شریک تھے اور اسماء قریش کے قبیلے سے تھیں، بولی: تو تم ہمارے سردار کے قاتل کی بہن ہو؟ حضرت ربیع کو ابوجہل کی نسبت سردار کا لفظ نہایت ناگوار ہوا، بولیں: سردار نہیں بلکہ غلام کے قاتل کی بہن ہوں۔ اسماء کو ابوجہل کی شان میں یہ گستاخی پسند نہ آئی۔ جھنجھلا کر کہا: مجھ کو تمہارے ہاتھ سودا بیچنا حرام ہے۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا نے برجستہ کہا: مجھ کو تم سے کچھ خرید نا حرام ہے۔ **کیوں کہ تمہارا عطر، عطر نہیں بلکہ گندگی ہے۔**

روشنی کا سفر

عظمیٰ ظفر

میں روشنی کی ایک کرن ہوں۔ ماہِ رمضان میں بہت سے گھروں میں وقت گزارا۔ کہیں اچھا لگا، کہیں بہت اچھا اور کہیں۔۔۔ کہیں دل چاہا کہ کاش ! کوئی ان نادانوں کو سمجھا دے، رمضان سے بڑا موقع اور کوئی نہیں رب کو منانے کا۔۔۔ آج چاند رات میرا قیام فیاض صاحب کے گھر تھا، چوں کہ ان کے گھر رنگ وروغن بھی ہوا تھا، اس لیے صاف ستھرا گھر دور سے چمک رہا تھا۔ میں بھی ایک دیوار پر بیٹھ گئی، مجھے لگا ایسی ہی روشنی اہلِ خانہ کے وجود سے بھی پھوٹ رہی ہوگی، مگر کاش ! وہ اپنے دلوں کو بھی نیا رنگ کرتے۔

ایک کمرے سے بے ہنگم موسیقی کا شور وغلغہ تھا، جوان بیٹیاں چاند رات کو انجوائے کرنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے چہرے کی نوک پلک بھی سنوار رہی تھیں۔ دوسرے کمرے میں بیگم فیاض کپڑوں کا ڈھیر استری کر رہی تھیں، ساتھ ساتھ کچن کے چکر بھی لگا لیتیں۔ ڈرائنگ روم میں صوفے پر دراز فیاض صاحب کا بڑا بیٹا موبائل میں مصروف تھا۔ تیزی سے چلتے ہاتھ طرح طرح کے تبصرے پاس کر رہے تھے دوستوں کے ساتھ۔ آنکھوں اور لبوں کی مسکراہٹ بھی عام نہیں تھی، خباثت میں ڈوبی ہوئی مکروہ مسکراہٹ۔ تیسرے کمرے میں ایک کم زور وجود فیاض صاحب کی ماں کا تھا جو اپنی بوڑھی ہتھیلیوں کو جوڑے دعا مانگ رہی تھیں، اپنے بچوں کی سلامتی کی، گناہوں سے بخشش کی۔ اسی کمرے میں دور بیٹھے فیاض صاحب پیسوں کا حساب کتاب کر رہے تھے۔ عید کی تیاری اتنی مصروف کر دینے والی تھی کہ تقریباً سب کی عشاء کی نماز رہ گئی۔ مجھے ماں جی کے پاس بیٹھنا اچھا لگا، میں ان کے پھیلے ہاتھوں میں سما گئی۔ ناتواں

وجود لرز رہا تھا رب کے خوف سے۔۔۔ اور جوان وجود تھرک رہا تھا۔ رات گہری ہوگئی، جو جب تھک گیا، تب سو گیا۔ جوان بیٹا صبح ہونے کے قریب بازار سے لوٹا اور نیند کی وادی میں کھو گیا۔

مؤذّن کی آواز اس گھر میں صرف ماں جی نے سنی، وہ گرتی پڑتی نماز کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

چند آوازیں بہو، بیٹا، پوتے اور پوتیوں کو بھی دے ڈالیں، جب کہ پتا تھا صبح ڈانٹ پڑے گی نئی نسل سے کہ آوازیں دے کر نیند خراب کرتی ہیں۔

میں نے گھر والوں کو دیکھا، سب کے سب محوِ خواب تھے۔۔۔ فیاض صاحب کی آنکھ کھلی تو گھر میں ہنگامہ جاگ اٹھا۔ فجر تو سب کی قضا ہوگئی تھی۔ عید کی نماز میں بھی وقت کم رہ گیا تھا۔ بیگم نے بچوں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے خوب غصہ کیا۔ بیٹا عید کے دن غصہ مت کرو، ماں جی نے دھیرے سے کہا۔ آپ تو کچھ مت بولیں، بیگم فیاض کو بھی غصہ آگیا۔ روز صبح شور مچاتی ہیں، آج جان بوجھ کر نہیں اٹھایا ہوگا۔ چلو جلدی کرو، بچوں کو جگاؤ، فیاض صاحب تیار تھے عید گاہ کے لیے۔۔۔ بڑے بیٹے کو اللہ کے واسطے اور باپ کا خوف دے کر بیگم فیاض نے عید کی نماز ادا کرنے کے لیے آمادہ کیا۔

"فطرانے کے پیسے یہاں رکھے تھے، کہاں گئے ؟؟" فیاض صاحب چلّائے، جس نے لیے تھے وہ رات کو موج مستی میں اڑا چکا تھا، اس لیے خاموشی سے تیار ہو کر باپ کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔

"مجھے کیا پتا؟" بیگم فیاض نے بھی تڑک کے جواب دیا اور لڑکیوں کو کوسنے لگیں کہ مجال ہے جلدی اٹھ کر ماں کا ہاتھ بٹائیں۔

شیر خورمہ لا کر سامنے رکھا، تھوڑا تھوڑا سا باپ بیٹوں نے چکھا۔ برا بھلا کہتے فیاض صاحب نے دوبارہ رقم نکالی اور نماز کے لیے روانہ ہوئے۔ بیگم فیاض نے خود ہی ناشتے کی تیاری شروع کر دی ماں جی بھی عید کا جوڑا تبدیل کر چکی تھیں۔ مجھے تو عید کے صبح روشنی کی چمک کہیں نظر نہیں آئی۔ نہ تکبیرات کی صدائیں، نہ عید کا اہتمام، مرد واپس آئے، تب تک لڑکیاں اٹھ چکی تھیں، مگر ناشتے کا موڈ نہیں تھا۔

بیگم فیاض بے دلی سے ماں جی کو عید مبارک کہنے، سلام کرنے آ گئیں۔ فیاض صاحب بھی ماں جی سے دعائیں سمیٹتے ہوئے محلّہ کمیٹی کی طرف چلے گئے۔ لڑکوں نے باقی نیند پوری کرنی تھی۔ بیگم فیاض بھی ستانے لیٹ گئیں۔ لڑکیوں کو بھی کچھ خاص عید کا مزہ نہیں آ رہا تھا۔ عید کا جوڑا رات کو گھومنے جائیں گے، تب پہنیں گے، لہٰذا ٹی وی کھول کر بیٹھ گئیں۔ ماں جی کو انتظار ہی رہ گیا کہ پوتے پوتیاں تیار ہو کر دادی سے ملنے آئیں گے، عیدی لیں گے۔ کوئی انھیں سال بھر کے بعد ہی سہی کسی عزیز واقارب کے گھر ملوانے لے جائے گا۔ مگر یہاں عید کی ایسی کوئی رمق موجود نہ تھی۔ میں نے بھی مزید یہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا اور گھر سے نکل آئی۔

Z J
NEW Zaiby Jewellers CLIFTON
A trusted name in jewellery since 1974
49 years
OF EXCELLENCE
DISCOVER THE MAGIC OF ELEGANCE
UNLEASH YOUR INNER RADIANCE WITH OUR EXQUISITE JEWELS
newzaibyjewellers
S-11, Yousuf Grand Square,
Block 8, Clifton, Karachi
021 35835455,
35835488

کوکب کا خواب

ام محمد سلمان

پہلا حصہ

کوکب بھی ہر چیز کی کھوج میں پڑ جاتی تھی۔ خدا جانے کہاں سے سن کر آ گئی اور اب اماں کے کان کھائے جا رہی تھی کہ ہمیں منکر نکیر سے ملوا دو۔ اماں بے چاری حق دق رہ گئیں۔ بولیں:

”ارے بٹیا! ہمارے بیاہ کے دس سال بعد تو تم بڑی منتوں مرادوں سے پیدا ہوئیں اور ابھی سے منکر نکیر سے ملنے کی آرزو ہو گئی تمہیں! ابھی عمر ہی کیا ہے!! پہلے ہم سے تو جی بھر کے مل لو۔ ابھی سے کیوں مرنے کی پڑ گئی تمہیں! کچھ دن تو ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی رہنے دو۔ خواہ مخواہ ہی مرنے کا شوق ہو گیا اتنی سی عمر میں۔“

”ہائے اماں۔۔! مرنے کا شوق کسے ہے بھلا!!! ابھی تو ہم نے تمہارے ہاتھ کے بنے آلو کے پراٹھے بھی نہیں کھائے۔۔۔ ابھی سے کیوں مرنے لگے ہم؟“

”بٹیا! آلو کے پراٹھے تو گھنٹے بھر میں تیار ہو جائیں گے تو کیا انھیں کھاتے ہی تم مر جاؤ گی! موت کا پروانہ ہاتھ میں لیے پھر رہی ہو کیا؟“ اماں آٹا گوندھنا چھوڑ۔۔۔ گال پہ انگلی رکھے حیرت سے اپنی بٹیا کو دیکھے جا رہی تھیں۔

”بھئی اماں۔۔۔ ہم نہیں مرنے جا رہے۔ سچی بات ہے مرنے سے ہم کو بہوووت ڈر لگتا ہے۔“ کوکب نے بہت کو خوب کھینچا۔

”پھر منکر نکیر سے کیسے ملو گی بٹیا؟ ان سے تو مرنے کے بعد قبر میں ہی ملاقات ممکن ہے۔ قبر میں آتے ہیں سوال جواب کرنے۔۔۔“

”ہائے اماں! قبر میں اکیلے نہیں جائیں گے ہم ہمیں بہت ڈر لگتا ہے سچی! قبر میں تو ہم تمہیں ساتھ لے کر جائیں گے۔“

”اری بھولی بٹیا! قبر کوئی نانی اماں کا گھر ہے جو میں تمہارے ساتھ چل پڑوں گی۔ قبر میں تو مرنے والا اکیلا ہی جاتا ہے میری بھولی شہزادی!“ انھوں نے اس کی ناک پکڑ کے ہلائی۔

”لیکن اماں! ہم اگر مر جائیں تو تم ہمارے ساتھ ہی چلنا۔ چلو قبر کے باہر ہی بیٹھ جانا۔ ہمیں تسلی تو رہے گی کہ اماں ساتھ ہی ہیں۔“ کوکب کے چہرے پہ حد درجہ معصومیت تھی لیکن ماں کا دل تڑپ گیا۔ بھینچ کے سینے سے لگا لیا۔

”اری پگلی! کیا مرنے پہ تلی کھڑی ہے! کیوں ماں کا کلیجہ دہلائے دے رہی ہے نادان! اللّٰہ تجھے لمبی عمر دے، خیر و برکت والی خوشیوں والی“۔ انھوں نے چٹ پٹ کئی بوسے لاڈلی کی پیشانی پر دے ڈالے۔

”ارے اماں آپ تو بہت ہی سنجیدہ رنجیدہ ہو گئیں ایمان سے! ہم تو بس یوں ہی معلومات کر رہے تھے منکر نکیر کی۔ پتا ہے کل جب ہم ساری سہیلیاں نیم کے پیڑ تلے کھیل رہی تھیں تو سکینہ کہنے لگی کہ منکر نکیر ہمارے کندھوں پر بیٹھے رہتے ہیں اور سارا حساب کتاب لکھتے ہیں۔ ہم نے جو آمنہ کو ذرا سا دھکا دے دیا تو فوراً بولی۔۔۔ لکھا گیا بچو! اب پکڑی جاؤ گی۔

بس ہم تو اسی لیے منکر نکیر سے ملنا چاہ رہے تھے کہ جا کے اپنا حساب کتاب صاف کروا دیں، جو منکر نکیر نے پرچے پر لکھ لیا۔ ربڑ بھی ساتھ لے جائیں گے کہ لو بھیا! پنسل سے لکھا ہے تو ربڑ سے صاف کر دو اور اگر پکی روشنائی سے لکھ دیا تو پھر پر چالے کے آپ کے پاس آ جائیں گے صاف کروانے کے لیے۔“

”آئے ہائے۔۔۔! اماں نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔۔۔ بٹیا تو تم کِراماً کاتبین کی بات کر رہی ہو! اور نام منکر نکیر کا لیے جا رہی ہو کب سے ہمیں بھی الجھن میں ڈال دیا تم نے“

”سکینہ نے ہی منکر نکیر بتایا ہمیں۔ ورنہ ہمیں کیا پڑی تھی غلط نام لیتے پھرتے اماں!“ کوکب نے منہ بسورا۔

”ہم تمہیں بتاتے ہیں بٹیا! اللّٰہ تعالیٰ نے دو فرشتے بنائے ہیں جو ہمارے کندھوں پر ہوتے ہیں۔ دائیں طرف نیکی کا فرشتہ اور بائیں طرف بدی کا فرشتہ۔ دائیں طرف والا انسان کی نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا برائیاں لکھتا ہے۔ اور یہ دونوں بہت ہی معزز فرشتے ہیں اب آئی سمجھ؟“

”اماں! تو کیا سب کے کندھوں پر کراماً کاتبین بیٹھے ہیں جو ان کا حساب کتاب لکھتے ہیں؟“

”ہاں بٹیا سب کے کندھوں پر بیٹھے ہیں۔“ اماں نے متانت سے جواب دیا۔

”تو پھر ہم اپنے کراماً کاتبین سے کیسے ملیں اماں۔۔۔؟ ہمیں تو نظر نہیں آ رہے۔“ اس نے اپنے دائیں بائیں دونوں کندھوں کی طرف دیکھا۔

اماں کو سمجھ میں نہ آیا اب اسے کیا جواب دیں۔۔۔ سو کہہ دیا بیٹی اللہ سے دعا کرو خواب میں تمہیں کِراماً کاتبین سے ملا دیں۔

”ہاں یہ ٹھیک ہے۔ ہم اللّٰہ میاں سے دعا کر کے سوئیں گے رات کو۔“ ثریا خوش ہو گئی۔

”اب جلدی سے پراٹھے تو بنا لیں اماں! ہمیں بھوک لگی ہے اور پودینے، ہری مرچ کی چٹنی بھی بنائی ہے نا؟؟“

”ہاں بٹیا وہ بھی بنائی ہے۔ جاؤ ہاتھ دھو کر آؤ پھر کھانا۔“ اماں چولہے پر توا رکھتے ہوئے بولیں اور پہلا پراٹھا پکتے ہی ثریا کے آگے کر دیا۔ وہ وہیں چولہے کے پاس پیڑھی ڈال کر بیٹھ گئی۔ اماں سے باتیں بھی کرتی رہی اور کھانا بھی کھاتی رہی۔ مگر دماغ میں کراما کاتبین نے ہلچل مچائے رکھی۔

”ویسے اماں! ان فرشتوں کا نام کتنا پیارا ہے کراماً کاتبین ہے نا؟“ ماں کی طرف تائیدی نظروں سے دیکھا۔

”ہاں بیٹی بہت پیارا نام ہے۔“

”تو پھر ہمارا نام بھی کراماً کاتبین رکھ دو نا اماں! یہ ہمیں بہت اچھا بہت پیارا لگ رہا ہے۔“ وہ لاڈ سے اٹھلائی۔

اماں نے اس کی طرف ایسے دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

”بیٹی کوئی تک کی بات بھی کر لیا کرو۔ ہم نے آج تک پوری مسلمانی تاریخ میں کسی انسان کا نام ”کراماً کاتبین“ نہیں سنا۔ تم عجیب گھن چکری ہو۔ اچھا بھلا اتنا پیارا نام رکھا تمہارا کوکب! روشن چمکدار ستارہ لیکن تمہیں نام بدلنے کی پڑی ہے۔“

”نہیں تو اماں! بس یوں ہی کہہ دیا۔ اچھا نا چھوڑیں بس جانے دیں۔ وہ کھوئی کھوئی سی دوبارہ کھانے میں مشغول ہو گئی۔

رات سونے لیٹی تو خوب خشوع و خضوع سے کراما کاتبین سے ملنے کی دعا مانگی اور وہ بھی کوئی

بقیہ صفحہ نمبر 22 پر

خوابِ غفلت سے بیداری

اریبہ راشد

رمضان کا پہلا عشرہ تو پَر لگا کر اُڑ گیا۔ اب بس بیس دن رہے گئے ہیں اور کتنے کام سر پر ہیں۔ یونیک اسٹائل کے مزید ڈریس سِلوانے ہیں۔

"کتنی ساری دعوتیں ہوتی ہیں، پچھلی بار بھی کپڑے کم پڑ گئے تھے، اس بار تو خوب جم کر تیاری کرنی ہے بھئی! کوئی چانس نہیں لے سکتے آخر کو خاندان میں کوئی عزت ہے۔"

مناہل نے اپنی ٹینشن ایک ہی سانس میں کھول کر بیان کی اور پھر لمبا سانس لیا تو رومہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔ اس مناہل نامی گاڑی کے تو ہمیشہ بریک فیل ہو جاتے ہیں۔ سائرہ مناہل کی ٹانگ کھینچے بنا کیسے رہ سکتی تھی۔

"ہاں، ہاں! اُڑا لو میری بات کا مذاق، پھر خود ہی آؤ گے کہ یار مناہل اپنا ایک ڈریس دے دو، کزن کے گھر سے اچانک دعوت آگئی ہے۔" مناہل نے منہ بسورتے ہوئے کہا تو سب کو چُپ ہی لگ گئی۔

"ارے یار! تم تو برا ہی مان گئی، جسٹ فن یار۔" رومہ نے مناہل کا منہ سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اپنی ہنسی مذاق کی دکان کو یہیں بند کرو اور اٹھو ہمیں بازار بھی جانا ہے۔" مناہل تو یہ کہہ کر کھڑی ہو گئی اور اس کی باقی دونوں کزنیں جلدی جلدی افطاری ٹھونسنے لگیں۔

آج نسیمہ بیگم نے اپنی دونوں بھانجیوں کو افطاری پر بلا لیا تھا، کیوں کہ پھر لڑکیوں نے خریداری کے لیے بھی جانا تھا۔ سب لڑکیوں نے فٹافٹ مغرب کی نماز ادا کر لی اور بازار کے لیے نکل کھڑی ہوئیں۔ راستے میں مناہل اپنے ذہن کے گھوڑوں کو دوڑانے میں مصروف تھی کہ کیا کیا چاہیے۔

"یار! جیولری اور سینڈل بھی لینے ہیں۔" سائرہ نے یاد دلاتے ہوئے کہا تو رومہ کو بھی کچھ یاد آیا۔

"ہاں اور وہ نا واپسی میں میک اَپ بھی دیکھ لیں گے، میرا سارا میک اَپ ختم ہو رہا ہے۔"

"مناہل تم کن سوچوں میں گم ہو گئیں۔" سائرہ نے اسے ہلاتے ہوئے کہا تو وہ گویا ہوئی۔

"یار اتنا سب کچھ لینا ہے، یوں کرتے ہیں پہلے کپڑے دیکھ لیتے ہیں، پھر وقت بچا تو جیولری وغیرہ دیکھ لیں گے۔" انھیں باتوں میں مگن وہ بازار میں داخل ہو گئی۔

"اُف اوہ، کتنا رش ہے یار!" رومہ نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"لیکن گھسنا تو پڑے گا اس جمِّ غفیر میں!!" سائرہ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھی تو وہ دونوں کیسے یہاں کھڑے رہ کر اس کا انتظار کر سکتی تھی، سو وہ دونوں بھی اس رش میں جا گھسیں۔ خوب دھکم پیل اور دکانداروں کے منہ پھاڑتے داموں کو کم کروا کر جب وہ تینوں اپنی مطلوبہ اشیا لے کر گھر کو روانہ ہوئیں تو تھکن سے چور بدن پاؤں میں چلنے کی بھی سکت نہ تھی۔

"بس! بہت تھک گئے اور کتنا کچھ تو ابھی رہ ہی گیا۔۔۔ آج تو ہمت ہی ختم ہو گی۔"

"صحیح کہہ رہی ہو یار! بھرے پیٹ میں زیادہ چلا بھی نہیں جاتا۔" رومہ نے مناہل کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔ جب تینوں لڑکیاں گھر پہنچی تو سامنے ابو بھائی وغیرہ کھانا کھا رہے تھے۔

"ٹائم کیا ہو گیا ہے؟ ابو تراویح پڑھ کر بھی آگئے؟" مناہل نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا اور سامنے دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھا جو رات کے 10 بجا رہی تھی۔

"اس قدر لیٹ آتے ہیں گھر میں، ٹائم دیکھا ہے تم لوگوں نے؟" نسیمہ بیگم نے غصہ کرتے ہوئے کہا تو سائرہ نے عذر پیش کیا۔

"خالہ! وہ ہم موبائل لے جانا بھول گئے تھے اور پھر بازار میں تو وقت کا پتا ہی نہیں چلتا، اگلی بار خیال رکھیں گے، سوری نا!!" خالہ کا موڈ سیٹ ہو گا تو خالو کی ڈانٹ سے بھی بچ جائیں گے۔ خالو کو دیکھتے ہوئے رومہ نے سوچا اور بڑے لاڈ سے مکھن لگاتے ہوئے خالہ کا موڈ ٹھیک کیا اور مناہل تو اسی دوران ابو امی دونوں سے نظریں بچاتی اپنے کمرے میں جا گھسی اور بستر پر گر گئی۔

"تھوڑی دیر ریسٹ کر لوں، پھر اٹھ کر نماز پڑھوں گی۔" اس نے اپنے آپ سے کہا اور پھر سو گئی۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو رات کے ڈھائی بج رہے تھے، نہ جانے رومہ سائرہ کس وقت گھر چلی گئی تھیں۔ مناہل نے سوچا کہ ویسے ہی اتنا وقت ہو گیا ہے، چلو بس عشاء کی نماز ہی پڑھ لیتی ہوں، تراویح کل پڑھ لوں گی۔ بس پھر کیا تھا جب ایک بار تراویح چھوٹی تو اب ہر آئے دن گھر کی صفائیاں اور بازاروں کے چکر میں وہ رہ جاتی اور مناہل کو اس بات کا کوئی غم بھی نہیں تھا۔ یونہی شب و روز دنیا کے جھنجھٹوں میں گزرتے رہے اور جہنم سے نجات کا عشرہ آن پہنچا۔ رمضان اپنی برکتیں بکھیرتا سمیٹتا چلا جا رہا تھا، کچھ لوگ تو لپک لپک کر اس کی رحمتوں سعادتوں سے اپنے دامنوں کو بھرنے میں جی جان لگائے ہوئے تھے اور ہر گزرتی ساعت پر انھیں یہ ملال کھائے جاتا کہ ہائے! نا جانے اگلی بار یہ بابرکت مہینا انوار و برکات کا نصیب ہو یا نہیں، اسے ہی اپنی زندگی کا آخری رمضان گمان کرتے ہوئے خوب ڈٹ کر نیکیاں کما لی جائیں۔

اور کچھ نادان لوگ دنیا کی رنگینیوں میں مسحور یہ بھول گئے کہ یہ ماہِ رمضان رب کی جانب سے بھٹکتے مسافروں کو ان کی منزل یاد دلانے کے لیے آیا ہے، اس کے فیضان اور

برکات سے اپنے راستے کو روشن کر کے بہت تیزی سے اپنی منزل پر پہنچا جا سکتا ہے۔ وقت تھا کہ تیز گام کی رفتار میں بھاگا جارہا تھا۔ عشرہ اواخر کی مبارک ساعتوں نے دستک دے دی تھی، کاش کہ یہ دستک دل تک بھی پہنچتی۔

بیسویں روزے کی سحری پر نسیمہ بیگم مناہل سے کہہ رہیں تھیں: ”آج صبح جلدی اٹھ کر میرے ساتھ کچن میں گھسنا، محلے میں افطاری بھجوانی ہے، ورنہ لوگ باتیں بنائیں گے اور آج میں نے ماسی کو جلدی بلوایا ہے گھر دھلوانے کے لیے۔“

”جی امی! ٹھیک ہے اور وہ نا افطاری کے بعد ٹیلر کے بھی چل لیجیے گا، کپڑے سِل گئے ہوں گے، بازار کا کام آج مکمل نمٹ جائے تو پھر پارلر بھی جانا ہے۔“ کاموں کی لمبی فہرست تھی۔ ان سب چکروں میں کوئی زائد عبادت کیا ہو پاتی، نماز بھی خشوع خضوع کے بغیر خیالات میں ہی گزر جاتی۔

گھر کو رگڑ رگڑ کر شیشے کی طرح چمکا دیا گیا تھا، بس اب دل کی صفائی باقی تھی اور شاید عرش پر اس کے فیصلے بھی ہو چکے تھے۔

جلدی افطاری سے فارغ ہو کر نسیمہ بیگم اور مناہل بازار کے لیے نکل گئیں، ابھی تو ٹیلر سے کپڑے لے کر نکلے ہی تھے کہ نسیمہ بیگم کا سر چکرانے لگا اور وہ کسی چبوترے پر بیٹھ گئیں۔

”مناہل مجھے لگتا ہے میرا بی پی لو ہو رہا ہے۔ مجھ سے آگے چلا نہیں جائے گا۔“ انھوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

”امی یہ سامنے کسی کے گھر کا دروازہ کھلا ہوا ہے، میں آپ کو یہاں سے پانی پلا دیتی ہوں، پھر گھر چلیں گے۔“ مناہل امی کو سہارا دیتے ہوئے اندر لے گئی۔

سامنے سے آتی ہوئی خاتون نے جب نسیمہ بیگم کی یہ حالت دیکھی تو ان کے لیے لیموں پانی لے آئیں۔ مناہل کو وہ خاتون دیکھنے میں باشعور، باسلیقہ، عقل و فہم کی مالک لگ رہیں تھیں۔

سلام دعا نام وغیرہ کا تبادلہ ہوا اور کچھ یہاں وہاں کی باتیں، باتوں ہی باتوں میں وہ سرد آہ بھرتے ہوئے کہنے لگیں: یہ باہر لوگوں کو دیکھ کر لگتا ہی نہیں کہ رمضان آیا ہے۔ اللہ کا مبارک مہینا جو بندوں کے لیے مغفرت، رحمت کی سیل لے کر آتا ہے۔

پر افسوس! ہم لوگ اب تک دنیاوی کاروبار میں اُلجھے ہوئے مادّیت کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم نے جانا ہی نہیں کہ رمضان اصل میں ہے کیا چیز؟

یہ ماہِ عظیم جاتا جارہا ہے اور ہماری زندگیوں میں کوئی انقلاب ہی نہیں آیا۔ صد افسوس! بد قسمتی سے دو عشرے تو سستی اور کاہلی کی نظر ہو گئے۔ اب ہم یہ تیسرے عشرہ کی ساعتوں کو قدرِ غنیمت سمجھیں، کیوں کہ اس میں تو رحمت حقّ نکتہ عروج پر ہوتی ہے، صرف شبِ قدر میں ہی اللہ کو راضی کرنے سے گناہ گار کی تقدیر بدل سکتی ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ صحابہ کرام کی جماعت کے ہم راہ ایک دفعہ قبرستان کے قریب سے گزر رہے تھے۔ ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”مرنے والا عذابِ قبر کا شکار ہے، اے کاش! شبِ قدر کو جاگتا ہمیشہ کے لیے عذابِ قبر سے محفوظ ہو جاتا۔“

قربان جائیں اس پروردگارِ دو عالم پر، جس نے ہمیں تکلیف میں بھی نہیں ڈالا، فرمایا کہ ”شبِ قدر طاق راتوں میں تلاش کرو۔ یہ کل پانچ راتیں جن میں تلاش کرنا کوئی مشکل بھی نہیں۔ آج اکیسویں شب پہلی طاق رات ہے، مگر لوگوں پر مادیت کے غلبے کو دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے کہ قیام اللیل کے ذریعے سے جو رشتہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے قائم ہونا تھا، جو قرب حاصل کرنا تھا، جو روحانی ضعف دور کرنا تھا، وہ نہ ہو سکے گا۔ یہ دنیا کب خوابِ غفلت سے جاگے گی؟ اس ماہ بھی دنیا کے دھندوں میں اُلجھ گئے۔ سوچ، فکر، خیال، اعمال سب ہی تو دنیا میں لگ گئے۔“

ان خاتون کا ایک ایک لفظ دل کو چھلنی کیے جا رہا تھا۔ عجیب درد تھا ان کے لفظوں میں، جس نے مناہل کو ہلا کر رکھ دیا۔ کوئی اس سے سرگوشی کر رہا تھا۔

”مناہل!!!! جاگ جاؤ، تم نے اپنی جان پر ظلم کر دیا۔ فانی دنیا کے آگے سرنگوں ہو کر خود کو تباہ کر دیا۔ یہ مادہ پرست دنیا ہزاروں نعمتیں دے کر بھی تمہارے تسکینِ قلب کا ذریعہ نہیں بن سکتی، وہ سکون چین اطمینان تمھیں رب کی آغوش ہی میں ملے گا۔“ مناہل اپنے اُمڈتے آنسوؤں کے سیلاب کو روک نہیں سکی تھی، وہ مسلسل بہے جارہے تھے، جوان خاتون نے دیکھ لیے تھے۔

وہ مناہل کا ہاتھ تھامتے ہوئے مخاطب ہوئیں: ”ابھی بھی وقت باقی ہے۔ سرکش شیاطین رب کی قید میں ہیں۔ روحانی ماحول آپ کی دست گیری کے لیے موجود ہے۔ جنت اور اس کی نعمتیں بڑی بے تابی سے آپ کی منتظر ہیں۔ جہنم نے اپنے تمام دروازے بند کر رکھے ہیں، اٹھو! اللہ سے کہہ دو اگر اس نے ہمیں معاف نہ کیا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“

”اے اللہ! ہماری پکڑ نہ فرمائیے گا۔ ہمارے لیے بھی جہنم سے آزادی کا پروانہ جاری فرما دے۔ آمین!!“

”مبارک ہو مناہل! غفلت کی نیند پوری ہو چکی۔ حواس کی بے داری کا آغاز ہو چکا۔“ مناہل کو سمجھ نہ آیا، ان انجان خاتون کا کن لفظوں میں شکریہ ادا کرے، جنھوں نے اسے خوابِ غفلت سے جگا دیا۔

بقیہ

کوکب کا خواب

قبولیت کی گھڑی تھی کہ اسی رات فرشتوں کی زیارت نصیب ہو گئی۔

صبح صادق کا وقت تھا۔ خوش گوار ہوا چل رہی تھی۔ ایک گھنے باغ کے درمیان میں سفید سنگ مرمر کی بڑی خوب صورت عمارت بنی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے محرابی دروازوں اور موٹے موٹے گول ستونوں والی یہ عمارت دور سے ہی اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔ کوکب جیسے کسی ڈور سے بندھی عمارت کی طرف کھنچتی چلی گئی۔ اندر قدم رکھا تو دائیں طرف گول سیڑھیاں بالا خانے کی طرف جاتی نظر آئیں۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی تو بڑا حسین منظر تھا۔ بالا خانے کی کھڑکیوں پر ہری بھری بیلیں لٹک رہی تھیں جن پر رنگ رنگ کے خوشبودار پھول لگے تھے۔ ساری فضا ان پھولوں سے معطر ہو رہی تھی۔ دائیں بائیں دو خوب صورت فوارے لگے تھے جن سے گرتی پانی کی بوچھاڑوں نے ماحول کو اور حسین بنا دیا تھا۔ وہیں ایک سفید پتھر کی بینچ پر دو خوب صورت نوجوان سفید بے داغ لباس پہنے بیٹھے نظر آئے جن کے چہرے انتہائی روشن، پرنور تھے۔ غیب سے آواز آئی: یہی ہیں کراماً کاتبین! جاؤ جا کر مل لو۔“

کوکب ان کے قریب گئی اور بڑے جوش سے سلام کیا: ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ!“

پھر کچھ دیر انتظار کیا کہ وہ جواب دیں گے۔۔۔ مگر وہ تو بس لکھنے میں ہی مصروف تھے۔ وہ تھوڑا اور قریب ہوئی اور بولی: ”میں نے آپ کو سلام کیا ہے فرشتے بھیا! آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟“

مگر وہ اس بار بھی خاموشی سے کچھ لکھنے میں مصروف رہے۔ (جاری ہے)

عید کا دوسرا دن تھا۔ آج شام گھر میں دعوت تھی۔ عید کے دوسرے دن سیف الدین صاحب اپنے بہن بھائیوں کی پُرتکلّف دعوت کرتے تھے، یہ معمول کئی برسوں سے چلا آ رہا تھا۔ ان کی اہلیہ تہمینہ بھی بہت خلوص و محبت سے دعوت کے کھانے تیار کرتی تھیں۔ اس وقت بھی تینوں بیٹیوں کو ساتھ لگا کر وہ کھانے تیار کرنے میں مصروف تھیں۔ حرا نے بریانی دم پر لگا دی تھی اور اب کھیرے، پیاز، بند گوبھی لیے سلاد کاٹنے میں مصروف تھی۔ ماہم نے کسٹرڈ بنایا تھا اور اب اس پر پھلوں کی سجاوٹ کر رہی تھی۔ اسی طرح قورمہ، کباب اور پلاؤ کی تیاری تہمینہ بیگم نے سب سے چھوٹی بیٹی زہرہ کے ساتھ مل کر کر رہی تھیں۔

"امی میرے تو منہ میں پانی آ رہا ہے۔" ماہم نے ہونٹوں پر خشک زبان پھیرتے ہوئے للچائی نظروں سے کھانے کو دیکھ کر کہا۔

"تھوڑا سا کھا لو۔" حرا نے شرارت سے اسے چھیڑا۔

"ہاں بھئی بیگم! سب کچھ تیار ہے؟" سیف صاحب کچن میں داخل ہوتے ہوئے بولے۔

"الحمد للہ کچھ تیار ہو چکا ہے اور باقی ان شاء اللہ شام سے پہلے ہو جائے گا" تہمینہ بیگم نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اچھا! وہ ماہم بیٹا آپ کھانے میں نمک مرچ چکھ لینا، کہیں کچھ کمی زیادتی ہوئی تو دعوت سے

کیسی دیر؟

ام عائشہ

پہلے پتا چل جائے گا۔" سیف صاحب نے ماہم سے کہا۔

"اوہ۔۔۔ یہ تو ہم بھول ہی گئیں۔" تہمینہ بیگم نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"کیا!!" سب ایک ساتھ بولیں۔

"ہمارا تو آج روزہ ہے۔" جواب حرا کی طرف سے آیا تھا۔

"روزہ؟ عید کے دن کون روزہ رکھتا ہے بھلا؟" سیف الدین صاحب نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ دراصل شوال کے چھ روزے۔۔۔" تہمینہ بیگم کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی گھنٹی بجی تھی۔ شاید مہمانوں کی آمد شروع ہو رہی تھی۔

"ارے تم لوگوں کے ہونٹ ایسے خشک ہو رہے ہیں، جیسے آج بھی روزہ ہو۔" منجھلی پھپھو نے کہا۔

"جی ہمارا روزہ ہے۔" زہرہ نے جواب دیا۔

"روزہ؟ وہ بھی عید کے دن؟" کئی ایک آوازیں ایک ساتھ نکلیں۔

"جی شوال کے روزے۔" ماہم نے بتایا۔

اسی دوران میں مسجد سے اذان کی آواز آتے ہی روزے داروں نے افطار شروع کر دیا۔ مہمان خواتین سوچ و بچار میں تھیں۔

البتہ تہمینہ بیگم اور ان کی بیٹیاں اس بات پر شکر ادا کر رہی تھیں کہ کھانے میں نمک مسالا میٹھا سب کچھ بالکل ٹھیک تھا۔

نماز مغرب اور کھانے کے بعد دستر خوان سمیٹ دیا گیا تھا۔ اب چائے تیار ہو رہی تھی۔

"ہاں تو بھابھی! آپ شوال کے روزوں کی بات کر رہی تھیں، لیکن ہم نے تو یہی سنا ہے کہ عید کے دن روزہ شیطان رکھتا ہے۔" بڑی پھپھو نے تہمینہ بیگم کو فارغ بیٹھے دیکھ کر گھیر لیا۔

"نہیں باجی! صرف عید کے پہلے دن یعنی یکم شوال کو روزہ رکھنا منع ہے، وہ بھی اس لیے نہیں کہ شیطان رکھتا ہے بلکہ اس لیے کہ عید کا دن ایک انعام ہے روزے داروں کے لیے، خوشی کا دن ہے، کھانے پینے کا دن ہے، البتہ دو شوال سے روزہ رکھ سکتے ہیں" تہمینہ بیگم نے رسان سے جواب دیا۔

"کیا یہ روزے رکھنا بہت ضروری ہیں؟" پھپھو کی بیٹی قدسیہ اپنے منے کو سلاتے ہوئے بولی۔

"جی ضروری تو نہیں ہیں، لیکن مستحب روزے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان چھ روزوں کی بہت فضیلت بتائی ہے۔" حرا نے بتایا۔

"کیسی فضیلت؟" دلہن ممانی نے پوچھا۔

"نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ (یعنی پورے سال) کے روزے شمار ہوں گے۔"

"سبحان اللہ! لیکن وہ کیسے؟" سب اب متوجہ ہو رہی تھیں۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم کے وعدہ کے مطابق ہر نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ملتا ہے، گویا رمضان المبارک کے ایک ماہ کے روزے دس ماہ کے روزوں کے برابر ہوئے اور شوال کے چھ روزے ساٹھ روزوں کے برابر ہوئے، جو دو ماہ کے مساوی ہیں، اس طرح رمضان کے ساتھ شوال کے روزے رکھنے والا گویا پورے سال روزہ رکھنے والا ہو جاتا ہے۔" تہمینہ بیگم نے دلیل سے جواب دیا۔

"اچھا! پھر یہ ضروری ہے کہ عید کے دوسرے دن سے ہی شروع کیے جائیں؟" قدسیہ نے دلچسپی لی۔

"نہیں، ہرگز نہیں! شوال کی دو تاریخ سے آخر تک کسی بھی دن کسی بھی تاریخ میں یہ روزے رکھے جا سکتے ہیں۔ ایک ساتھ بھی اور ناغہ کر کے بھی۔" ماہم نے فوراً جواب دیا۔

"تو تم لوگوں نے آج ہی سے کیوں رکھنا شروع کر دیے؟" پھپھو کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

"ہم نے تو یہ سوچا کہ رمضان المبارک کے روزے رکھ کر عادت بنی ہوئی ہے تو آج سے ہی شروع کر کے یہ چھ روزے بھی رکھ لیں، ورنہ رہتے رہ ہی جاتے ہیں یا سستی ہو جاتی ہے، بعد میں مشکل لگتا ہے۔" تہمینہ بیگم نے ان سب کی تسلی کروانے کی کوشش کی۔

"ماشاء اللہ! اللہ پاک قبول کرے" پھپھو نے دعا دی۔ انھیں اپنی بھاوج اور بھتیجیوں پر بہت پیار آ رہا تھا۔

"میرے تو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، میں فرض روزے اتنی مشکل سے رکھتی ہوں، یہ کیسے رکھوں گی۔" قدسیہ کو پریشانی سی ہونے لگی۔

"قدسیہ آپی! آپ کیوں فکر مند ہو رہی ہیں، یہ روزے رکھنا مستحب ہے فرض نہیں! رکھیں تو ثواب ہے نہ رکھیں تو کوئی گناہ نہیں۔ آپ دل چھوٹا نہ کریں۔ اللہ پاک زندگی اور صحت دے تو جب بچے بڑے ہو جائیں تب رکھا کیجیے گا" ماہم نے انھیں دلاسہ دینے کی کوشش کی۔

"ویسے ہم بڑی بوڑھیاں تو رکھ سکتی ہیں، نہ کام نہ کاج نہ چھوٹے بچے! کیا خیال ہے پھر؟" منجھلی پھپھو نے محفل میں موجود بڑی عمر کی خواتین سے سوال کیا۔

"ہاں بالکل، ضرور!" سب کے سر تائید میں ہلتے نظر آئے۔

چائے تیار ہو گئی تھی۔

سب چائے پیتے ہوئے سوچ رہی تھیں کہ وہ اکیلی کیوں یہ اجر و ثواب سمیٹیں، کیوں نہ اپنے مرد حضرات کو بھی اس کارِ خیر میں شامل کریں۔ جیسے شاپنگ، سیر و سیاحت اور دیگر چیزوں کے لیے قائل کر لیتے ہیں تو نیکی کے کام میں کیسی دیر؟؟؟

جُنید امِین

جُنید امِین

Your Trusted Friend in Real Estate

Sale - Purchase - Rent

22-C, Khyaban e Jami near Baitussalam Masjid Phase IV, D. H. A. Karachi
02135313254 , 02135313319 , 03009213373 Email: junaidameen@live.com

اُنا صائم

اہلیہ مظفر

"یوحی بیٹے! جوتے ریک میں رکھو اور ذرا یہ پھیلاوا سمیٹ دو مما بہت تھک چکی ہیں۔" پورے گھر کی صفائی کر کے وہ پچھلے برآمدے میں کپڑے دھونے گئی تھیں۔ روزے نے الگ نڈھال کر دیا تھا۔ کپڑے الگنی میں ڈال کر ستانے کی غرض سے لاؤنج کے دروازے سے اندر داخل ہوئیں اور گھر کی ابتر ہوتی حالت جنگ کے بعد کا منظر پیش کر رہی تھی۔ سامنے ہی شوہر نامدار چشمہ لگائے، غالباً سیرت النّبی ﷺ کا مطالعہ کر رہے تھے۔ محویت ایسی تھی دنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے، موصوف کو فرق نہیں پڑنے والا۔ بیٹے کی تلاش میں نگاہ دوڑائی تو سر پیٹ لینے کا جی چاہا۔۔۔ پتا نہیں کیا تلاش کرنے کی کوشش میں اُس نے سب تلپٹ کر کے رکھ دیا تھا۔ جی تو رونے کا چاہا، پر پھر شوہر صاحب کا تبصرہ سننے سے بچنے کے لیے کہ "یہ عورتیں اتنا روتی کیوں ہیں؟ سخت چڑ ہے مجھے۔" وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں صوفے پر ڈھے سی گئیں۔

"مما! میری بُک پڑی تھی الماری کے اوپر، اب نہیں مل رہی۔" وہ سخت جھنجھلایا ہوا تھا۔

"کون سی بُک؟" آنکھیں موندھے پوچھا۔

"عربی گرامر کی! وقاص کو ضروری چاہیے تھی، پر ملے تب نا۔"

"تو بیٹا مما سے پوچھ لیتے! اتنا جنجال پھیلانے کی کیا ضرورت تھی۔ بولنے تک کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔"

"اچھا مما! ڈھونڈ دیں نا! وقاص باہر کھڑا انتظار کر رہا ہے۔" وہ ملتجی ہوا۔

"بیٹا! مما پہ رحم کھاؤ، الماری کے اوپر صحیح سے دیکھو، وہیں کہیں رکھی ہو گی۔ ذرا جو اُٹھنے کی کوشش بھی کی ہو۔ ہمت ہی نہیں پڑ رہی تھی۔"

"مما! میں نے دیکھی تھی نا، نہیں ہے۔ پلیز! ڈھونڈ دیں نا!" وہ ابھی تک سر پر سوار تھا، ناچار انھیں اٹھنا ہی پڑا۔

"یہ کیا ہے؟ مجال ہے جو کوئی چیز سامنے پڑی دِکھے۔" الماری کے اوپر سے کتاب اٹھا کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائی تو وہ جھینپ سا گیا۔

صوفے پر نیم دراز ہوتے ہوئے بیٹے کو ابتری سمیٹنے کا کہا پر جواب نہ ملنے کی صورت میں پلٹ کر دیکھا تو صاحب زادے کا نام و نشان تک نا تھا۔

ساری عادتیں باپ پر ہیں، کچھ اور نہ بَن پڑا تو سارا الزام ابا پر دھر دیا اور ابا حضور چشمے کی اوٹ سے گھورتے، مقابل کو تپ چڑھا گئے۔ ایسی نظروں سے ذرا بیٹے کو گھور لیا ہوتا ناں تو ماں کو ایسی مصیبت میں ڈال کر نہ جاتا۔۔۔" وہ چیزیں سمیٹتی سخت غصے میں آگئیں۔

"گھر کے کام کو مصیبت نہیں کہتے، یہ تو سنتِ نبوی ﷺ ہے۔" انھوں نے نصیحت فرمائی، لیکن موقع مناسب نہ تھا۔"

الحمد للہ! کافی عرصے سے یہ سنتِ نبوی ﷺ میں ہی سر انجام دے رہی ہوں۔ آج آپ بھی ذرا حصہ ڈال لیں۔ یہ لیں یہ کتابیں ساری بُک ریک میں سجادیں موقع غنیمت تھا، فائدہ اٹھانے میں کوئی عار نہیں تھا، فوراً ہاتھ میں پکڑی کتابیں ان کو تھمانی چاہیں، لیکن وہ اس اچانک اُفتاد پر بری طرح گڑبڑا گئے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ کہتے ہوئے اندر کمرے میں قیلولے کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔ پیچھے وہ کتابیں سینٹرل ٹیبل پر رکھی سر تھام کر بیٹھ گئیں۔

◆◆◆

مختصر سا گھرانا تھا، دو بچے اور وہ دونوں میاں بیوی، بیٹی تو رخصت ہو کر اگلے گھر سدھار گئی تھی۔ بیٹا پندرہ سال کا تھا، پر مجال ہے جو عمر کے ساتھ اُس میں ذرا سنجیدگی آئی ہو۔ اُنھیں سمجھ نہیں آتا تھا کہ یہ گھر کے کام شیطان کی آنت کی طرح بڑھتے ہی کیوں چلے جاتے تھے۔ وہ جتنا سمیٹنے کی کوشش کرتی رہتیں، کام بھی بڑھتے ہی جاتے۔ پہلے بیٹی تھی تو اُس نے نہ جانے کتنے ہی کام جو اُن کے مطابق چھوٹے موٹے تھے، اپنے ذمے لے رکھے تھے اور نامحسوس طریقے سے اُسے انجام بھی دیتی رہتی تھی۔ اب اس کے جانے کے بعد اُنھیں اِدراک ہوا، وہ کتنے ثقیل کام تھے۔ علیم صاحب اور یوحی کو ہر کام بیٹھے بٹھائے چاہیے ہوتا تھا۔ شوہر کی تو چلیں خیر تھی، لیکن بیٹے کے شاہانہ مزاج پر ان کا پارہ چڑھ جاتا تھا۔ سامنے پڑی چیز کے لیے بھی وہ دوسرے کمرے میں بیٹھا ماں کو طلب کرتا تھا۔ کبھی کبھی تو وہ آکے ایک گھوری کے ساتھ اُسے وہ چیز تھما دیتیں اور کبھی ہاتھ میں پکڑی کسی چیز سے اس کی تواضع فرما دیتیں۔ پر وہ بھی اپنے نام کا ایک ہی نمونہ تھا۔ اگلی دفعہ پھر مار کھانے کے لیے تیار ہوتا تھا۔ علیم صاحب سے شکایت کرتی تو وہ "جس کا کام اُسی کو ساجھے" کہہ کر صاف اپنا دامن بچا لیتے۔ اور وہ سخت ناراضی کا اظہار کرتی اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ مرض لاعلاج تھا۔

رمضان شروع ہوا تو وہ ذرا مطمئن ہو گئیں کہ سکون سے ذرا کچھ وقت اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے نکال پائیں گی اور اس کے لیے انھوں نے ایک شیڈول ترتیب دے کر بیٹے اور سر تاج کو باور کرایا کہ ان اوقات میں ان کو تنگ نہ کیا جائے، مبادا وہ بعد میں کوئی شکایت کریں۔۔۔ پر "ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے" کے مصداق سارے ارادے، ان کی خواہشوں سمیت دھرے کے دھرے رہ گئے۔ رمضان کے ایام کو کارآمد بنانے کے لیے انھوں نے تفسیر کا آغاز کر رکھا تھا اور وہ مغرب کے بعد اسی سلسلے میں مصروف رہتی تھیں۔ اس دن بھی پچ کلاس چائے کی شدید طلب نے ان کو اٹھنے پر مجبور کر دیا۔ دودھ میں چینی اور پتی ڈال

کر چڑھا دیا کہ کچھ دیر تک آ کے لے جائیں گی، تب تک چائے بھی تیار ہو جائے گی اور ساتھ ہی لاؤنج میں بیٹھے یوحی کی ذمہ داری لگادی کہ دیکھ لے ذرا۔۔۔ اس کے تائیداً سر ہلانے پر وہ مطمئن ہو گئیں اور اندر کی طرف بڑھ گئیں پر بُرا ہوا اس یادداشت کا جو عین ضرورت کے موقع پر دَغا دے جاتی تھی۔ وہ تو جو جلنے کی بو ناک سے ٹکرائی تو وہ ہڑبڑائی، بھاگ کر گئی تو دیکھا چائے اپنی قیمتی پے نازاں، صاف ستھرے چولہے پر نقش و نگار بناتی سلیب سے ٹپ ٹپ نیچے گرتی فرش کو داغدار کر رہی تھی۔ ان کا اشتعال میں آنا فطری تھا۔

ان کی غصے بھری گونج لاؤنج میں بیٹھے یوحی اور ابھی گھر میں داخل ہوئے علیم صاحب کا دل دہلا گئی۔ یوحی بھاگنے کے لیے پر تولنے لگا پر اس سے پہلے کہ وہ اس پر عمل کرتا ماں نے اُسے دبوچ لیا تھا۔

”ایسی ناخلف اولاد پر بندہ اپنی قسمت کو روئے۔“ وہ سخت متاسف تھی۔

”کیا ہوا ہے؟“ علیم صاحب سوالیہ نشان بنے معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ”یہ تو آپ اپنی اولاد سے پوچھیے، جن کو تنکے جتنا کام بھی پہاڑ لگتا ہے۔“ وہ کبیدہ خاطر ہوئیں۔

”ہوا کیا ہے؟ کوئی بتائے گا مجھے۔“ وہ جھنجھلا گئے۔

انھوں نے سب کہہ سنایا۔ آگے سے ان کا جواب کہ ”اس پر اتنا غصہ کرنے والی کیا بات ہے؟“ ان کو اور بھڑکا گیا۔

”کیا بات ہے؟“ وہ متعجب تھی۔ ماں کی بات کو اہمیت نہ دینا، سن کر اَن سنا کر دینا اور آپ کہہ رہے ہیں کیا بات ہے۔“ وہ دُکھی ہوئی۔

ماما۔۔۔ بابا کہتے ہیں عورتوں والے کام مردوں کو زیب نہیں دیتے۔ اس نے کہہ کر گویا اپنی شامت تو بلوائی ان کا دل کیا ایک جھانپڑ رسید کر دے پر درمیان میں علیم صاحب بیٹے کے بچاؤ کے لیے گویا دیوار بنے کھڑے تھے۔

”لیں سن لیں۔ آپ کے اقوال زریں دہرا رہا ہے۔ کچھ ماں کی اہمیت اور خدمت پے بھی روشنی ڈال لیں، تاکہ اس کی دنیا و آخرت سنور جائے۔ بندہ پوچھے ایک برنر بند کرنا اگر کام ہے تو جو اگر میں چائے بنانے کا ہی کہہ دیتی تو ان تک پورا کچن ہی جل کر راکھ ہو چکا ہوتا۔ آپ کا یہ ہونہار سپوت۔۔۔ پتا نہیں کون خوش نصیب مائیں ہوتی ہیں جن کو سعادت مند، تابع، فرمان بیٹے میسر ہوتے ہیں۔“ ان کا ملال ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

”سوری مما! یوحیٰ شرمندہ ہوا۔“ کوئی سوری نہیں، یہ جو گندگی مچائی ہے ناں! اس کو صاف کرو اور پھر چائے بنا کر لاؤ۔۔۔“ ماتھا سہلاتے حکم نامہ جاری کیا اور جس کے لیے کیا تھا، وہ آنکھیں پھیلائے بے بسی سے انھیں تک رہا تھا۔ ”اور ہاں، جب تک کام مکمل نا ہو اس جگہ سے ہلنا تک نہیں۔“ انگلی اٹھا کر باور کرایا۔ ”ہلوں گا نہیں تو کام کیسے کروں گا۔“ معصومیت سے استفسار کیا۔ ایک تو اس کا سوال دوسرا اس کے چہرے کے تاثرات ان کی ہنسی چھوٹ گئی۔ ماں کے کہنے پر وہ شیر ہوا۔

”پھر جاؤں میں؟“۔۔۔ اس کا سوال۔

”کہاں؟“ پر وہ ان کا جواب دیے بغیر ہی منظر سے غائب ہو چکا تھا۔ رُخ حضرت کی طرف موڑا تو وہ جو اس سارے قصے سے کافی دیر سے محظوظ ہو رہے تھے، ان کے دیکھنے پر گردن ہی گھما لی اور وہ بے بسی سے کچن کی جانب چل دی۔

◆◆◆

غالباً پندرہواں روزہ تھا۔ طبیعت دو تین دنوں سے کافی گری گری لگ رہی تھی، لیکن آج تو بخار سا بھی محسوس ہو رہا تھا۔ روزہ چھوڑنا مناسب نہ لگا تھا۔ اب بے حال سی بیٹھی تھیں۔

”کہاں ہیں؟ ادھر آئیے۔“ علیم صاحب ان کو ڈھونڈتے شاید پکار لگا رہے تھے۔

بادلِ نخواستہ اٹھیں، دیکھا تو ہاتھوں میں ڈھیر سارے شاپرز تھامے وہ ان کو ڈھونڈنے کے لیے نگاہیں دوڑا رہے تھے۔ ان پر نظر پڑی تو آنکھوں میں ایک چمک سی اتری۔

”یہ لیں ذرا۔ آج کچھ اہتمام کر لیں، کچھ دوست، احباب کو مدعو کیا ہے۔“ ہاتھوں کا سامان ڈائننگ ٹیبل پے دھرا۔ واپس جانے کو پلٹے تو بیگم کی خاموشی نے کچھ پریشان کیا۔

”خیریت ہے؟“ سوالیہ انداز میں ابرو اُچکائے۔

”وہ طبیعت کچھ۔۔۔“ ہلکی آواز میں طبیعت بتانے کی کوشش کی، لیکن اس سے پہلے ہی وہ ”ہم بھی مدد کر دیں گے۔“ کہہ کر بات ختم کرتے، باہر کی جانب چل دیے تھے۔ وہ دل مسوس کر رہ گئیں، جیسے تیسے کر کے انھوں نے کام نپٹایا۔ جتنا اہتمام ہو سکتا تھا کرنے کی کوشش کی۔ علیم صاحب نے بس یہی مدد کی کہ ہر دس منٹ بعد آ کے ٹائم کا بتا جاتے۔ بیٹی کو پتا چلا کہ طبیعت خراب ہے اور مہمان آرہے ہیں تو اس نے فوراً سے اپنی خدمات پیش کیں کہ میں آجاتی ہوں مما! آپ کو تکلیف ہو گی، لیکن انھیں بہتر نہ لگا کہ سسرال میں بیٹھی بیٹی کو محض کام کی وجہ سے بلوائے۔ بیٹی پر پیار بھی بڑا آیا۔ یہ احساس وہ تھا جس کا کوئی نعم البدل نہ تھا۔ ایسے ہی تو بیٹیوں کو رحمت نہیں کہا گیا۔ انھیں رونا آنے لگا، بیٹی بے حد یاد آئی تھی۔ کام تو ہو گیا پر بخار کی شدّت میں اضافہ بھی ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ افطاری سے محض دس منٹ پہلے وہ چکرا کر گر پڑی۔ آنکھیں کھلی تو دونوں ان کے دائیں بائیں بیٹھے فکر مندی سے اُنھیں دیکھ رہے تھے۔ دعوت کا یاد آنے پر جو تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی تو دوبارہ آئے چکر نے سر تھامے، بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔

”بیٹھیے! کہاں جا رہی ہیں۔۔۔؟“ علیم صاحب بے حد تفکر سے گویا ہوئے۔ مہمان آنے والے ہوں گے۔ ان کو پریشانی نے گھیرا ہوا تھا۔

”نہیں، بابا نے منع کر دیا ہے مما۔“ وہ حیران ہوئی۔

”کیوں؟“

”آپ گر گئی تھی ناں!“ بابا بہت پریشان ہو گئے تھے۔ ان کی حیرانی دوچند ہوئی۔

”کیوں؟“ یہ والا کیوں بے ساختہ تھا۔ علیم صاحب شرمندہ سے ہو گئے۔

”آپ آرام کریں۔“ آہستگی سے کہا گیا۔

ان کا دل کیا ایک بار پھر ”کیوں“ والا سوال دہرائیں، لیکن شوہر صاحب کی شرمندگی گوارا نہ ہوئی۔

”اچھا پھیلاوا تو سمیٹنے دیں ناں، پھر نماز بھی ادا کرنی ہے۔“ وہ لجاجت سے گویا ہوئیں۔

”نماز ادا کر لیں، پھیلاوا سمیٹنے کی ضرورت نہیں، ہم کر لیں گے۔۔۔“ وہ خواب تو نہیں دیکھ رہی تھی۔ حقیقت خواب کا روپ دھارے کھڑی تھی۔ انھوں نے خود کو چٹکی کاٹی تو یقین آیا، پھر خیال آیا کوئی مذاق نہ کر رہے ہوں، ساتھ تصدیق بھی کر لی۔

”مذاق تو نہیں کر رہے۔“ انداز میں شک سا تھا۔

”نہیں بھئی، یہ مذاق کرنے کا کون سا وقت ہے۔“ بغیر برا مانے مسکرائے۔

”آپ نماز ادا کر لیں تو ذرا کچھ کھا پی لیں، پانی سے روزہ افطار کیا تھا، اب زوروں کی بھوک لگی ہے۔۔۔“ انداز بے چارگی لیے ہوئے تھا۔ وہ ہنس پڑی ان کو ہنستے دیکھ کر ان دونوں کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔ ساری تھکن ان کی فکر نے دور کر دی تھی۔

احساس کا پرندہ اپنے پر پھیلائے نئی اڑان بھرنے کو تیار کھڑا تھا، ہمیشہ کسی کے ”انا صائم“ کہنے کا انتظار ضروری تو نہیں ہوتا۔ کبھی کسی اپنے کو اپنے پَن کے ساتھ سمجھ کر اس کا ازالہ کر دینا، آپ کے روزے کو بھی خوب صورت بنا سکتا ہے۔ آدھا نہیں پورا سوچیے۔۔۔!!

رحمان کے بندے

آخری قسط

نشا وقار

شاہانہ سجدے میں سر رکھے جانے کب تک اپنے رب سے محوِ گفتگو رہتی کہ اچانک بیرونی دروازہ کے دھڑ دھڑانے پر بری طرح چونک گئی اور خوف زدہ نظروں سے دیوار پر لگی گھڑی کو دیکھنے لگی جو چار بجا رہی تھی۔ بے شک وقتِ سحری تھا، لیکن چور اُچکّوں کا کوئی دین ایمان تھوڑی ہوتا ہے، ملنا ملانا انھیں کچھ تھا نہیں، اس غریب خانے سے۔۔۔ بس دو بوڑھی روحیں تھیں جوان کی ہیبت سے ایک جھٹکے سے نکل جانی تھیں، لیکن لٹیرے دروازہ بجا کر تو نہیں آتے؟ کہیں کوئی اپنا نہ ہو، شاہانہ ابھی اسی شش و پنج میں مبتلا تھیں کہ آیا دروازہ کھولیں یا نہیں؟ دروازہ ایک بار پھر بڑی بے صبری سے بجایا گیا اللہ خیر! اس وقت کون آ گیا۔ شاداب تیزی سے سیڑھیاں اترتے دروازے کی جانب بڑھے۔ شاہانہ بھی ان کے پیچھے لپکی، اس سے پہلے وہ شاداب کو روکتی یا کچھ کہتی، وہ دروازہ کھول چکے تھے۔

”السلام و علیکم، رمضان مبارک ماما بابا اینڈ ایڈوانس عید مبارک۔۔۔!“ دروازہ کھلتے ہی انعم کی چہکتی ہوئی آواز نے شاہانہ کو نہال کر دیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے ماں باپ کو سلام کیا اور باری باری دونوں کے گلے لگ گئی۔ رمضان کے اختتام پر تمھیں ماں باپ کو رمضان مبارک کہنے کا خیال آیا۔ کتنا یاد کر رہے تھے ہم لوگ تمہیں، کچھ اندازہ بھی ہے اس کا۔۔۔! شاہانہ نے مصنوعی خفگی سے انعم کو اپنے آپ سے الگ کیا اور آگے بڑھ کر داماد کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔ جاؤ بیگم! جلدی سے سحری کا بندوبست کرو۔ آج ہم اپنے بچوں کے ساتھ سحری کریں گے۔۔۔ ہمارے گھر کی رونقیں آ گئیں، ہماری تو عید سے پہلے عید ہو گئی۔ شاداب نے خوشی سے کانپتے لہجے میں شاہانہ سے کہا۔۔۔ انعم کی یوں اچانک آمد پر شاداب کے چہرے پر رقصاں خوشی دیکھ کر واقعی آج عید کا گمان ہو رہا تھا۔ نہیں ماما! سحری نہیں بنائیں، ہم لوگ سحری لے کر آئے ہیں بازار سے، وہ بھی آپ لوگوں کی پسند کی۔ آپ دونوں سے ملنے کے لیے دل اتنا بے چین تھا کہ دروازہ پر ایک لمحے کا انتظار بھی گراں گزر رہا تھا۔ انعم نے شاپر میں سے سحری کا سامان کچن میں لے جاتے ہوئے خجلت سے ماں کے خوف سے سفید پڑے چہرے کو دیکھ کر کہا۔ شاہانہ کے چہرہ پر ابھی بھی خوف سے ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں، جانتی تھی ماں کا دل کمزور ہے، ذرا سا کھٹکا ان کو ہولا دیتا ہے۔ ماں باپ سے ملنے کی تڑپ میں وہ دروازہ پیٹتی چلی گئی تھی۔

”کل ستائیسویں شب ہے۔ میں نے سوچا آج ہی سارے بازار کے بکھیڑے سمیٹ لیے جائیں۔ خریداری کرتے کرتے وقت کا پتا ہی نہیں چلا، شاپنگ مال سے آپ کا گھر نزدیک تھا، سوچا آپ لوگوں کے ساتھ سحری کر لی جائے۔ انعم بھی کافی دنوں سے آپ لوگوں کو یاد کر رہی تھی۔ روزے کی حالت میں گھر سے نکلنے کی ہمت نہیں ہوتی اور افطار کے بعد طبیعت سست ہو جاتی ہے، بس یہ ہی سوچ کر میں انعم کو اس وقت آپ سے ملوانے لے آیا۔“ احمد نے پراٹھے کا نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے ساس سسر کو حیرانی سے نکالا جو ان لوگوں کی غیر متوقع آمد پر حیران ہو رہے تھے۔ انعم اپنی خریداری نہیں دکھاؤ گی ماما بابا کو؟ شوہر کے کہنے پر سحری کا دستر خوان سمیٹتی انعم جلدی سے اپنا عید کے لیے خریدا ہوا سب سامان لا کر ماں، باپ کو دکھانے لگی۔۔۔ عید کی شاپنگ دکھاتے ہوئے انعم کا چہرہ بالکل ایسے ہی چمک رہا تھا، جیسے بچپن میں جب وہ ماں باپ کے ساتھ جا کر عید کی شاپنگ کرتی تھی اور عید تک ہر آنے جانے والے کو چہک چہک کر اپنی شاپنگ دکھاتی، خوشی سے نہال ہوئے جاتی تھی۔

”ماما بابا! یہ آپ لوگوں کی عیدی ہے ہماری طرف سے۔۔۔“ احمد نے کچھ شاپنگ بیگ شاہانہ اور شاداب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ شاہانہ جو انعم کی شاپنگ سے زیادہ اس کے چہرے پر پھیلی قوس و قزح کو دیکھ کر واری صدقے جا رہی تھیں. داماد کے پکارنے پر چونکی۔۔۔ جب کہ انعم آنکھیں پھاڑے احمد کو تکنے لگی، کیوں کہ احمد نے یہ ساری شاپنگ انعم کی پسند سے کی تھی اور انعم سے کہا تھا کہ وہ اس سال احمد کے والدین کے لیے اپنی پسند سے خریداری کرے اور انعم کو ان ہی دو کانوں پر لے کر گیا تھا، جہاں سے وہ ہر سال عید پر اپنے والدین کے لیے خریداری کیا کرتا تھا۔

کیا ہوا، اتنے حیران کیوں ہو رہے ہیں آپ لوگ عید کے موقع پر؟ عیدی کے نام پر اپنے پیاروں کو تحفے تحائف دیے جاتے ہیں ناں! بس عید کے موقع پر انعم اور میری طرف سے یہ آپ لوگوں کی عیدی ہے۔ احمد نے مسکراتے ہوئے حیران حیران سی انعم کو دیکھا، جس کی آنکھوں میں حیرانی کی جگہ تشکّر کے آنسو جھلملانے لگے تھے۔ لیکن عیدی تو بیٹی والے دیتے ہیں داماد بیٹی کو۔ بیٹی داماد تھوڑی دیتے ہیں ساس سسر کو۔۔۔ بیٹی داماد سے تحفے تحائف لینا اچھا تھوڑی لگتا ہے۔ لوگ کیا کہیں گے، بیٹی کو دینے کے بجائے اُلٹا اس سے لے رہے ہیں۔ دنیا والے تو ہمیں بے غیرت کہیں گے کہ بیٹی سے تحفے تحائف بٹور رہے ہیں۔ شاہانہ کو داماد کی ناسمجھی پر ہنسی آ گئی وہ ٹھہری پرانے وقتوں کی، وہ ان لوگوں میں سے تھیں جو بیٹی کے گھر کا پانی تک نہیں پیتے، کجا کے تحائف لیتے۔ وہ تو خود روز شاداب سے انعم کے گھر عیدی لے جانے کا کہہ رہی تھیں۔ احمد کے اس انداز پر انھیں ٹوٹ کر اس پر پیار آیا۔ اس لمحے انھیں لگا کہ داماد نے بیٹے کی کمی پوری کر دی، لیکن دنیاوی تقاضوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ احمد کو پیار سے سمجھاتے ہوئے شاپنگ بیگ واپس اس کی طرف بڑھائے تو وہ حیران رہ گیا۔ کیا ہو گیا ماما آپ کو! یہ دورِ جہالت کی باتیں ہیں۔ آج کل لوگوں کے پاس اتنا ٹائم نہیں کہ وہ دوسروں کے بارے میں سوچیں اور اگر کوئی سوچتا ہے تو سوچے۔۔۔ آخر لڑکی والے کب تک لوگ کیا کہیں گے؟ جیسے اذیت ناک جملوں کی وجہ سے اپنے آپ کو تکلیف دیتے رہیں گے، جس طرح مجھے میرے ماں باپ عزیز ہیں، اسی طرح آپ لوگ کے لیے بھی میرے دل میں وہی عزت و احترام اور پیار ہے، جب انعم میرے گھر والوں کو اپنا سمجھتی ہے اور بیٹی کی طرح میرے ماں باپ کی خدمت کرتی ہے تو پھر میں اس زعم میں کیوں رہوں کہ میں داماد ہوں، جس طرح میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں، اسی طرح انعم بھی تو آپ لوگوں کی اکلوتی لاڈلی بیٹی ہے۔ آپ لوگوں نے تو اپنی کل کائنات ہی مجھے سونپ دی تو کیا میں اتنا بھی نہیں کر سکتا آپ لوگوں کے لیے۔۔۔ عید کے موقع پر عیدی جیسی

دعا کی قبولیت

بنت عبدالستار

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ!"

"وہ جو آپ نے ہمیں کل ہماری کتابیں دی تھیں، ان میں سے ایک کتاب ہماری نہیں ہے، شاید وہ آپ کی جماعت میں کسی سے تبدیل ہوگئی؟"

یہ سننا تھا کہ بس ہمارا دل اُچھل کر حلق تک آنے لگا کہ یہ کیسے ہوا۔۔۔؟

"آپ اپنی وہ کتاب لے لیجیے گا۔" بالکل نرم لہجے میں کہا گیا۔

"جی باجی! ہم ان شاء اللہ گھر پر دیکھیں گے، آپ کی کتاب مل جائے گی۔"

امتحان کا دن پریشانی میں گزرا۔ اگلے تین دن اسی پریشانی میں گزر گئے۔ گھر کا کونہ کونہ چھان مارا، مگر کتاب نہ ملنا تھی نہ ملی۔ سمجھ نہ آیا کہ زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔

ساتھیوں نے کہا کہ "مدرسے میں ہی ہوگی، مل جائے گی، پریشان نہ ہوں۔"

دعا کی کہ "اللہ کرے ایسا ہی ہو۔"

بہر حال! باجی کی دوسری کتابوں کو سیٹ کر کے رکھا، اگلے دن (بروز ہفتہ) مدرسے میں الوداعی دعوت تھی، اللہ اللہ کر کے مدرسے پہنچے، اُمید وخوف کی ملی جلی کیفیات کے ساتھ کہ اب کتاب ملے گی بھی یا نہیں، بہت جگہ دیکھ لی مگر کتاب عید کے چاند کی طرح نظروں سے غائب تھی۔

ساتھیوں کو بتایا وہ بھی پریشان ہوئیں۔

کوئی میرے غم کی دوا کرے
ہو ذرا سکون خدا کرے

دو نفل پڑھ کر دعا کی: "یا اللہ! آپ میرے دل میں ڈال دیجیے نا کہ وہ کہاں ہے؟ بے شک! آپ علیم وخبیر ہیں، وہ میری نظروں سے اوجھل ہے، مگر آپ کی نظر سے نہیں۔۔۔ اللہ تعالی! آپ کسی بھی طرح ہمیں بتا دیجیے۔ یاربّی! آپ میرے دل کی تڑپ کو دیکھ رہے ہیں نا اگر اسی تڑپ کو میں اپنی ماں کے سامنے ظاہر کروں تو وہ بھی تڑپ جائے گی میری پریشانی کو دیکھ کر اور آپ تو ستر ماؤں سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرتے ہیں، آپ یقیناً مجھے خالی ہاتھ نہیں لوٹائیں گے، اللہ ہمیں یقین ہے۔" بے اختیار زبان پر اِک آیت آئی:

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوٓءَ

ورد کرتے رہے کہ۔۔۔ اچانک آنکھوں کے سامنے ایک منظر آگیا "کتاب وہاں رکھی ہے" دل سکون سے بھر گیا،

خیال آیا کہ وہاں ہم رکھتے تو نہیں ہیں، مگر دل یقین سے کہنے لگا کہ "کتاب وہیں ہے۔"

دعا سے فارغ ہوئے، باجی کا موبائل لے کر امی سے کال پر پوچھا کہ "فلاں جگہ دیکھ کر بتائیے کہ کوئی کتاب ہے؟"

امی نے کہا: "جی ہے۔" کتاب کا حلیہ وغیرہ بتایا گیا تو ہم نے کہا: "بھا بھی سے کہیں کہ اس کا نام بتادیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی "مظاہر حق۔"

جس کے لیے ہم چار دن سے پریشان تھے، وہ اب مل گئی تھی۔

گویا اندھے کو دو آنکھیں مل گئیں۔

بس! پھر کیا تھا، بے اختیار دل سے "الحمدللہ" نکلا اور جسم کا انگ انگ رب کا شکر گزار ہونے لگا اور دعاؤں کی قبولیت پر مزید یقین بڑھ گیا، مزید اک اور بات معلوم ہوئی کہ بسا اوقات اللہ اس لیے نعمت لے کر آزماتا ہے کہ جب وہ نعمت ہمیں ملے تو ہم اور زیادہ اس کی قدر کر سکیں اور اللہ کے مزید شکر گزار بنیں۔

تیری رحمتوں پہ ہے مُنحصر، میرے ہر عمل کی قبولیت
نہ مجھے سلیقۂ اِلتجا، نہ مجھے شعورِ نماز ہے

فرسودہ رسم بیٹی والوں پر کس قدر بھاری پڑتی ہے، اس کا علم ہے مجھے کہ بیٹی والے کیا کیا جتن کرتے ہیں داماد اور سمدھیانے والوں کو خوش رکھنے کے لیے۔ کبھی عیدی تو کبھی کسی اور رسم کے بہانے کیا کچھ نہیں دیا جاتا بیٹی کے سسرال والوں کو، جب کہیں جا کر بیٹیاں بستی ہیں۔ بس! آج سے یہ رسم ختم میری طرف سے! میں داماد بن کر رسموں کے نام پر آپ کو کیوں پریشان کروں؟ میں کیوں ناں بیٹا بن جاؤں آپ کا؟" احمد نے مسکراتے ہوئے بڑے پیارے انداز میں ساس سسر کو قائل کرنے کی کوشش کی، جن کے چہرے پر تشکّر بھری مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھیں۔ جانے ان کی کس نیکی کا صلہ اللہ نے احمد کے روپ میں انھیں دیا تھا۔

"عید تو نام ہی خوشی کا ہے۔ تحفے تحائف دینے کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ آپس میں پیار محبت بڑھے۔ عید کا دن ایک دوسرے کے لیے باعثِ مسرّت ہو اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی آپ لوگوں سے وہی پیار اور محبت ملے، جس کی انعم اکیلے حق دار بنی پھرتی ہے۔" احمد نے ساس سسر کو نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ مبادا وہ "لوگ کیا کہیں گے" جیسے فضول جملوں سے خوف زدہ ہو کر اس کے تحائف واپس نہ کر دیں، کل رات ہی تو انعم کے منہ سے باتوں باتوں میں یہ جملے نکلے تھے کہ اس نے ماما بابا کو کبھی عید پر نیا جوڑا پہنے نہیں دیکھا، بس اسی وقت احمد نے سوچ لیا تھا کہ اب سے ہر سال انعم کے والدین کے لیے احمد خود شاپنگ کیا کرے گا۔ اللہ کی رضا رمضان میں صرف روزہ، نماز، زکوۃ سے حاصل نہیں کی جاتی، بلکہ اللہ تو ان سے راضی ہوتا ہے، جو اس کے بندوں کو خوش کرتے ہیں۔ ان کے لیے آسانیاں پیدا کرتے ہیں، ان کے اداس چہروں پر مسکراہٹ بکھیر دیتے ہیں۔ بس یہ ہی سوچ کر احمد نے عیدی لینے کے بجائے دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ احمد کے شرارت بھرے آخری جملے پر انعم نے مصنوعی خفگی سے احمد کو گھورا، جب کہ شاہانہ اور شاداب جانے کتنے سالوں بعد یوں کھل کر ہنسے تھے، کہتے ہیں کہ عید روزے داروں کے لیے اللہ کی طرف سے تحفہ ہوتی ہے۔ شاہانہ شاداب کے دل عید سے پہلے اللہ کی طرف سے ملنے والی اس عیدی پر تشکّر سے جھکے جا رہے تھے۔ آج اللہ نے انھیں داماد کے روپ میں بیٹے سے نواز دیا تھا۔ انھیں یقین تھا کہ اب سے ہر آنے والی عید ان کے لیے خوشیاں لے کر آئے گی۔

REEHAISH
جائیداد کی خریداری شریعت کی پاسداری

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

Affordability Redefined
REEHAISH
RESIDENCIA

1 & 2 BED
APARTMENTS

0% DOWNPAYMENT

2 YEARS FLEXIBLE PAYMENT PLAN

COMMERCIAL SHOWROOMS
ALSO AVAILABLE ON BOOKING

CONSTRUCTION IS IN FULL SWING
1st FLOOR SLAB COMPLETED

For Booking & Details Contact :
0321-9268333 | 0332-3423553 | 0321-2628455

REEHAISH BUILDERS PRIVATE LIMITED
HEAD OFFICE: Office M-06 & 07, Mezzanine Floor, AQ Business Center, Plot# B-41 Jinnah Avenue, Bahria Town Karachi.
LAHORE OFFICE: 2nd Floor, Plot 22-B, Sector C Commercial, Bahria Town Lahore. +92-42-37861173
reehaish | www.reehaish.com

BAHRIA TOWN

مرکزِ محبت

بنت عامر

"امی! آپ کو پتا ہے آج کیا ہوا؟ اصیرم نے ایسا بم پھاڑا ہے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں!" حنظلہ گھر آتے ہی چلایا۔

"ارے بیٹا آرام سے، نہ سلام نہ دعا آتے ہی شروع ہو گئے اور یہ اصیرم دہشتگرد کب سے بن گیا کہ بم پھاڑنے لگا۔" عارفہ مسکرائیں۔

"ابھی دہشتگرد بنا نہیں ہے، بننے والا ہے۔" حنظلہ نے جھٹ سے کہا۔

"دہشتگرد؟؟ کیسی باتیں کر رہے ہو، اصیرم تو ماشاء اللہ بہت اچھا اور سعادت مند بچہ ہے، اللہ اسے نظرِ بد سے بچائیں۔" عارفہ نے بڑی بوڑھیوں کے انداز میں دعا دی۔

"امی! آپ سن کر حیران ہوں گی، اصیرم اسکول چھوڑ رہا ہے۔"

"ارے! تو اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے، اتنا قابل بچہ ہے کسی اچھے اسکول میں داخلہ لے رہا ہو گا۔" عارفہ نے حنظلہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"یہی تو غضب ہوا ہے امی! آپ پوری بات تو سنیں! وہ اسکول چھوڑ کر مدرسہ میں داخلہ لے رہا ہے"

"کیا!!" عارفہ بیگم ششدر رہ گئیں۔

"وہ کہتا ہے، میں حافظ بنوں گا، پھر عالم بنوں گا۔" حنظلہ نے ایک نیا انکشاف کیا۔

"مطلب، واقعی؟ وہ مدرسہ چلا جائے گا، حالاں کہ وہ اتنا لائق اور قابل بچہ ہے، اس کا تو مستقبل خراب ہو جائے گا۔" عارفہ تأسف سے بولیں۔

"ہاں امی، ابھی وہ spellingbee کے مقابلے میں اول آیا تھا۔" حنظلہ نے کہا۔

"اللہ خیر کرے، تم اسے سمجھانا۔" عارفہ فکرمندی سے بولیں۔

"میں تو سمجھا سمجھا کر تھک گیا ہوں۔" حنظلہ نے بے چارگی سے کہا۔

"چلو تم جا کر کپڑے بدلو، میں کھانا لگاتی ہوں۔" عارفہ نے بات ختم کرنے والے انداز میں کہا۔

◆◆◆

"ارے حنظلہ! کیسے ہو؟ تم تو عید کا چاند ہو گئے ہو، ملاقات ہی نہیں ہوتی۔" اصیرم نے حنظلہ سے شکوہ کیا۔

"ہاں، تم تو ہر وقت مدرسے ہوتے ہو تو کیسے ہو گی ملاقات؟ آج خیریت سے یاد فرمایا؟" حنظلہ نے کہا۔

"الحمد للہ! میں نے 15 پارے حفظ کر لیے ہیں، اس لیے کل میری امی نے ایک چھوٹی سی دعوت رکھی ہے۔ تم نے ضرور آنا ہے۔" اصیرم نے اطلاع دی۔

اگلے دن اصیرم کے گھر رونق لگی تھی۔ آج اس نے اپنے اسکول کے تمام دوستوں کو دعوت پہ مدعو کیا تھا۔ سب بہت عرصے کے بعد مل رہے تھے، اس لیے کافی پُرجوش تھے۔ اصیرم تو گویا محفل کی جان تھا، سب اس کے اردگرد بیٹھے تھے اور وہ مزے سے مدرسے میں بیتے ایام کی سرگزشت سنا رہا تھا۔

"مولوی اصیرم! تمہیں ABC یاد ہے یا مدرسے جا کر سب بھول گئے؟" حذیفہ بولا اور سب کے قہقہے گونجے۔

"ارے ABC چھوڑو، مدرسے جیسا معیارِ تعلیم تمہارے اسکولوں میں کہاں! ہمیں دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں اور ہماری فزکس لیب اور کیمسٹری لیب تمہاری لیب کی طرح نہیں ہیں، جہاں experiments کرنے کے لیے کوئی سامان ہی موجود نہ ہو یا 50 سال پرانی اشیا ہوں، بلکہ ہماری لیب جدید آلات سے آراستہ ہیں اور ہر ہر طالب علم کو انفرادی طور پہ سیکھنے کا موقع دیا جاتا ہے اور تو اور آج کل ہم روبوٹ بنا رہے ہیں۔"

"روبوٹ!! مدرسے میں؟" سب حیران ہوئے۔

"ہاں، ہم نے روبوٹک مقابلے میں حصہ لیا ہے اور عن قریب ہم اسلام آباد جائیں گے۔"

"اور مزے کی بات بتاؤں؟" اصیرم پُرجوش ہو کر بولا۔

"ہمارا جامعہ بہت بڑا ہے۔ وہاں اسپورٹس کا تو اپنا ہی مزہ ہے۔ فٹ بال کھیلنے میں بہت مزہ آتا ہے۔ ہم روز شام کو فٹ بال کھیلتے ہیں اور ہمارے اساتذہ بھی ہمارا بہت خیال رکھتے ہیں۔ ہم صبح اٹھ کر پڑھائی سے پہلے پورے گراؤنڈ کا ایک چکر لگاتے ہیں، تاکہ تازہ دم ہو جائیں۔"

"یار! یہ تو بہت مزے کی جگہ لگ رہی ہے۔" عبداللہ بولا۔

"ہاں، تم سب آؤ نا کبھی، میں اپنے جامعہ کی سیر کرواؤں گا۔" اصیرم نے پیش کش کی جسے سب لڑکوں نے خوش دلی سے قبول کیا۔

اسلام آباد کی N.U.S.T یونی ورسٹی میں جیسے ہی بیت السلام کے طلبا پہنچے تو ہر طرف سے چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔

"ارے دیکھو! یہ داڑھی پگڑی والے بچے روبوٹک مقابلے کے لیے آئے ہیں۔"

"ان مدرسے والوں کو بھلا روبوٹس کی کیا سمجھ؟"

"میں تو آج کی کلاس نہیں لے رہا، بلکہ میں تو آڈیٹوریم میں جا کر یہ زبردست مقابلہ دیکھوں گا۔ پتا تو چلے یہ مدرسے والے کیا گل کھلاتے ہیں۔"

ان تمام چہ مگوئیوں سے بے نیاز بیت السلام کی ٹیم آڈیٹوریم میں اپنا سامان سیٹ کرنے لگی۔ لبوں کو ذکر اللہ سے تر رکھے، یہ طلبا تیزی سے ہاتھ چلا رہے تھے۔ آس پاس کے لوگ حیرت اور دلچسپی سے ان بچوں کو دیکھ رہے تھے جو سنت لباس سے آراستہ بڑے سکون اور وقار سے اپنے کام میں مگن تھے۔ دینی و عصری علوم کا سنگم ہر ایک کو متاثر کر رہا تھا۔ آخر مقابلہ شروع ہوا اور بیت السلام کے طلبا کے تیار شدہ روبوٹس سب پہ غالب آ گئے۔ ہال میں موجود تمام افراد اپنی نشستوں سے اٹھ کر تالیاں بجاتے ہوئے ان طلبا کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ طلبا آپس میں ایک دوسرے سے گلے ملتے مبارک باد دے رہے تھے، پھر ان بچوں کو انعام دینے کے لیے اسٹیج پہ بلایا گیا تو یونی ورسٹی کے ڈین بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور بیت السلام کے نظامِ تعلیم کو خوب سراہا اور بچوں کو بہت دعائیں دیں۔ ہال میں موجود اکثر افراد نے اپنے بچوں کو بیت السلام داخل کرنے کی نیت کی۔

یہ مرکزِ محبت ہر خاص و عام ہے
یہ درسگاہِ علم ہے بیت السلام ہے

◆◆◆

"مدارس کے طلبا ہر میدان کے غازی نکلے۔ بیت السلام کی ایک اور کامیابی منظرِ عام پہ آ گئی۔" عارفہ بیگم نے اخبار کی سرخی پڑھی اور پھر پوری خبر کا مطالعہ کرتے ہی حنظلہ کو آواز لگائی۔

"حنظلہ! دیکھو آپ کا دوست روبوٹ مقابلے میں جیتا ہے۔" حنظلہ نے حیرت سے اخبار تھامتے ہوئے کہا۔

"زبردست! ناقابلِ یقین! اصیرم تو سب پہ بازی لے گیا۔ ہم نے اس کا بہت مذاق اڑایا تھا، جب اس نے مدرسے میں داخلہ لیا تھا۔ افسوس صد افسوس! اگر ہم نے مدارس کی قدر جانی ہوتی تو ہم بھی آج ترقی کی راہ پر ہوتے۔ اب میں بھی بیت السلام میں داخلہ لوں گا، ان شاء اللہ!" حنظلہ نے کہا۔

"میں ابھی جا کر اس کے لیے ہدیہ لیتا ہوں اور اس کے گھر جا کر اس کو مبارک باد دیتا ہوں۔"

"ارے رکو! میں بھی ساتھ چلوں گی۔ اصیرم کی والدہ بھی صد مبارک باد کی لائق ہیں کہ ان کے لختِ جگر نے اتنی عظیم کامیابی حاصل کی۔" عارفہ بیگم بھی فوراً تیاری کے لیے لپکیں۔

منے میاں

روبینہ عبدالقدیر

سب گھر والے مغرب سے پہلے ہی چھت پر پہنچ گئے تھے۔آمنہ اپنی سہیلیوں حرااور صبا کو بھی بلا لائی تھی۔

”بھیّا! چاند کب نظر آئے گا؟“آمنہ نے کوئی چھٹی مرتبہ بھیّا سے سوال کیا۔

”وہ رہا چاند۔۔“بھیّا نے اچانک کہا۔

”کھی کھی کھی۔۔۔وہ تو منے میاں کی گنج ہے۔“حرا نے ہنستے ہوئے کہا۔

گنجے منے میاں اپنا نام سن کر فوراً پلٹے۔

”امی ! دیکھیں آمنہ اور اس کی سہیلیاں میرا مذاق اڑا رہی ہیں۔“ منے میاں نے فوراً امی کو شکایت لگائی۔

”نن۔۔۔نہیں تو ! ہمیں تو بھیّا نے کہا تھا۔“آمنہ نے گڑبڑا کر صفائی پیش کی۔اس سے پہلے کہ کوئی کچھ بولتا۔۔۔”مبارک ہو مبارک ہو ! چاند نظر آگیا۔“ نیچے سے آپی کی آواز آئی تھی۔وہ کب سے ریڈیو پر بیٹھی اسی خبر کی منتظر تھیں۔

”غضب خدا کا پہلے چاند چھت پر سے نظر آتا تھا اور اب بند کمروں میں۔۔“ پان کی پیک تھوکتے ہوئے دادی اماں بڑبڑائیں۔اسی کے ساتھ مغرب کی اذان شروع ہوگئی۔دادی اماں بچوں کو نماز کا کہہ کر خود بھی وضو کرنے چل دیں۔

”ارے کوئی ملائکہ کو خبر دو۔۔۔ایک شیطان آزاد گھوم رہا ہے۔“رات کھانے کے بعد بھیّا نے اونچی آواز میں کہا۔

”کہاں ؟“سب یک زبان ہو کر بولے۔

”وہاں۔۔۔“اشارہ منے میاں کی طرف ہی تھا۔

”امی ! بھیّا نے مجھے شیطان کہا ہے۔“

”اونہوں، تنگ نہیں کیا کرو چھوٹے بھائی کو۔“امی جان نے مصنوعی ناراضی سے بھیّا کو ڈپٹا۔آمنہ ایک کونے میں تسبیح پکڑے بیٹھی تھی۔

”ہاں تو حاجن بی بی بن کر کیا پڑھے جا رہی ہیں؟“ بھیّا کی توپ کا رُخ اب آمنہ کی طرف تھا۔

”رمضان کے پہلے عشرے کی دعا پڑھ رہی ہوں۔“آمنہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”اچھا! تو ذرا ہمیں بھی وہ دعا سناؤ۔“بھیّا نے مسکرا کر کہا۔

”رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ“اس نے فرفر دعا سنا دی۔

”ماشاء اللہ ماشاء اللہ ! اللہ نظرِبد سے بچائے۔“دادی اماں نے آمنہ کی بلائیں لیتے ہوئے دعا دی۔

”چلو بچو ! جلدی سو جاؤ، تاکہ سحری کے لیے اٹھ سکو۔“امی جان نے بچوں کو سونے کی تلقین کی۔روزے کی خوشی میں سب جلدی سے بستروں میں دُبک گئے۔منے میاں دل ہی دل میں آمنہ کی بتائی ہوئی رحمت کے عشرے کی دعا دہرانے لگے تھے۔رمضان المبارک کی خوشی میں سب کی آنکھوں سے نیند غائب تھی۔

منے میاں اور آمنہ جڑواں بہن بھائی تھے۔ان کے گھر میں بھیّا، آپی اور امی ابو کے علاوہ دادی اماں بھی رہتی تھیں۔آمنہ بہت اچھی بچی تھی۔منے میاں یوں تو بہت اچھے تھے، لیکن تھوڑے نازک مزاج تھے۔بھیّا انھیں چھیڑتے تو وہ تنگ ہوتے، لیکن جب آمنہ ان سے اچھی اچھی باتیں کرتی تو منے میاں بہت خوش ہوتے۔

روزے تیزی سے گزرتے جا رہے تھے۔دوسرا عشرہ بھی نصف ہو چکا تھا۔آمنہ اور منے میاں نے اب تک سارے روزے رکھے تھے۔یہ الگ بات کہ بارہ بجے کے بعد منے میاں کی ہمت جواب دے جاتی اور وہ بار بار امی سے سوال کرتے ہوئے پائے جاتے۔

”افطاری میں کتنا وقت باقی ہے ؟“ ان کے سوال سے تنگ آکر امی نے ایک گھڑی ان کی کلائی میں باندھ دی تھی، تاکہ وہ خود ہی وقت دیکھتے رہیں، لیکن منے میاں کی تسلی تب ہی ہوتی، جب افطاری کے لیے دستر خوان سجنا شروع ہوتا۔ایک دن منے میاں یونہی فارغ بیٹھے گھڑی کی سوئیاں گن رہے تھے، جب آمنہ نے ان کی انگلی میں بٹن والی چھوٹی تسبیح باندھ دی۔

”میں کیا پڑھوں گا آمنہ ؟“ منے میاں نے منہ بسورے تسبیح دیکھی۔

”دوسرے عشرے کی دعا۔“آمنہ نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔وہ دیکھ رہی تھی منے میاں نماز قرآن کے علاوہ تسبیحات کا بالکل خیال نہیں رکھ رہے۔

”دوسرے عشرے کی دعا کیا ہے ؟“

”اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ“ آمنہ نے انھیں دعا یاد کروائی۔

منے میاں زیرِلب دعا دہرانے لگے۔

”اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آپ کا روزہ اور بھی اچھا گزرے گا،ان شاء اللہ !“آمنہ نے انھیں حوصلہ دیا۔

”آمنہ تم بہت اچھی ہو۔“ منے میاں نے اپنی پیاری بہن کی تعریف کی۔

پکوڑوں کے لیے پالک کاٹتی امی ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا اٹھیں۔

”میں بھی اعتکاف میں بیٹھوں گا۔“جمعہ کی نماز میں جب سے اعتکاف کے فضائل سنے تھے،منے میاں کی ایک ہی ضد تھی۔

”بیٹا ! آپ نہیں بیٹھ سکو گے، دس دن ایک جگہ پر بیٹھنا ہوگا، کسی سے غیر ضروری بات نہیں کرنی ہوگی، نہ کھیل سکو گے۔۔۔“امی نے انھیں منع کرتے ہوئے کہا۔

”ارے کاہے کو منع کرتی ہو بچے کو، بیٹھنے دو۔“دادی اماں نے امی جان کو ٹوکتے ہوئے کہا۔

”یہ ایک جگہ ٹِک کر نہیں بیٹھ سکتا۔“امی نے جواب دیا۔

”میں بیٹھوں گا،امی پلیز !“ منے میاں ابھی بھی اپنی بات پر اڑے ہوئے تھے۔

”ٹھیک ہے۔“آخر امی نے ہار مان لی۔

بیسویں روزے کی عصر کی نماز کے بعد منے میاں اعتکاف میں بیٹھ گئے۔مسجد میں زیادہ تر بڑے بزرگ اعتکاف میں بیٹھے تھے۔منے میاں کے ساتھ ایک باریش بزرگ بیٹھے تھے، جب وہ بزرگ منے میاں کو دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔مسجد میں موبائل تھا نہ کارٹون اور اعتکاف میں تو کھیلنا بھی منع تھا، لیکن منے میاں کو بہت مزہ آتا۔وہ سحری کے بعد قرآن کریم پڑھتے اور پھر بزرگ کے ساتھ بیٹھ کر اچھی اچھی باتیں سنتے۔ایک دن بوڑھے میاں نے منے میاں سے مختلف سوالات کیے۔

”رمضان کے کیا معنی ہیں؟“

”رمضان رمض سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں جھلسا دینا۔یعنی یہ ہماری برائیوں کو جھلسا دیتا ہے۔“ منے میاں نے اسلامیات کی کتاب میں پڑھا ہوا سبق دہرا دیا۔

”شاباش ! روزے کو عربی میں کیا کہتے ہیں ؟“بزرگ نے ایک اور سوال کیا۔

”صوم۔“منے میاں کو تو سب جواب آتے تھے۔

”آخری عشرے کی دعا سنائیے۔“ منے میاں گڑبڑا گئے،انھیں تو پہلے دو عشروں کی دعائیں بھی آمنہ نے یاد کروائی تھیں۔انھوں نے شرمندگی سے سر جھکا دیا۔

”اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا“ بزرگ نے مسکراتے ہوئے دعا پڑھی۔منے میاں نے ان کے ساتھ دعا دہرائی اور دو تین مرتبہ دہرانے سے انھیں زبانی یاد ہوگئی۔جب منے میاں نے زبانی دعا سنائی تو بزرگ نے انھیں انعام اور خوب شاباشی دی۔منے میاں کو اب رمضان المبارک کے تینوں عشروں کی دعائیں پکی یاد ہوگئی تھیں۔

بادشاہ کی اُنگلی

پروفیسر محمد اسلم بیگ

”ہماری بِٹیاآج اتنا کیوں رو رہی ہے ؟“

”اس کے کان میں درد ہے بابا ! “عائشہ کو بہلاتے ہوئے اُس کے بابا نے اپنے بابا کو بتایا۔

”اس کے کان میں دوائی ڈالی ہے ؟“

”جی بابا ! ڈالی تھی، دوائی کا اثر ہونے میں بھی تو کچھ وقت لگے گا، لیکن اس کا رونا ختم ہی نہیں ہو رہا ہے۔“

”درد شدید ہو گا تبھی تو اتنا رو رہی ہے، ورنہ ہماری بِٹیا اتنا روتی تو نہیں ہے۔ !اچھا چلو ہم اپنی بِٹیا کو کہانی سناتے ہیں۔ درد ختم ہو جائے گا۔“

”لیکن دادا ابو ! میرے کان میں تو درد ہو رہا ہے۔ میں کیسے کہانی سن سکتی ہوں؟“ عائشہ کے رونے میں اچانک وقفہ آگیا۔

”واہ ! کیا بات کی ہماری بِٹیا نے ! کان ایک وقت میں دو کام تو نہیں کر سکتا نا۔ درد بھی کرے اور کہانی بھی سنے۔ بات تو واقعی ٹھیک ہے۔“

”اچھا عائشہ بیٹی ! آپ یہ بتائیں آپ کے کون سے کان میں درد ہے ؟“

”بائیں کان میں۔“ عائشہ کی انگلی بائیں کان تک پہنچ گئی۔

”چلو ! پھر ایسا کرتے ہیں، بائیں کان کو تو درد کرنے دو۔ آپ دائیں کان سے کہانی سن لیں۔“

”یہ ٹھیک ہے دادا ابو ! “عائشہ کی مسکراہٹ نے اُس کا مزید رونا روک دیا۔

”عائشہ ! کہانی سنانے سے پہلے ہم آپ کو ایک بات بتائیں گے، جسے آپ نے بالکل نہیں بھولنا۔“

”وہ کیا دادا ابو؟“

”وہ یہ کہ کوئی بھی درد، تکلیف، بیماری یا پریشانی رونے دھونے اور واویلا کرنے سے بڑھتی ہے، خاموش رہنے سے کم ہو جاتی ہے، صبر کرنے سے ختم ہو جاتی ہے اور اللہ کا شکر ادا کرنے سے خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔“ دادا ابو نے ٹھہر ٹھہر کر بتایا۔

”لیکن دادا ابو ! میرے کان میں تو درد ہو رہا ہے۔ یہ خوشی میں کیسے تبدیل ہو گا؟“ عائشہ کا رونا پھر واپس آگیا۔

”یہی سوال بِٹیا ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے بھی پوچھا تھا۔“

”کس بادشاہ نے کس وزیر سے پوچھا تھا دادا ابو؟“ عائشہ کا لہجہ اُس کی دل چسپی کو ظاہر کر رہا تھا۔

”ایک بادشاہ تھا۔ اُس کے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی میں پھوڑا نکل آیا۔ شاہی طبیبوں نے اس کا علاج کیا، لیکن پھوڑا ٹھیک ہونے کے بجائے اور زیادہ بڑھ گیا۔“

”تو بادشاہ نے ہاسپیٹل میں ڈاکٹر کو کیوں نہیں دکھایا؟“

”اُس زمانے میں ہسپتال نہیں ہوتے تھے بیٹا اور اُس وقت ڈاکٹر طبیب اور حکیم ہی کہلاتے تھے۔ چلو ہم بھی ڈاکٹر ہی کہہ دیتے ہیں۔ ڈاکٹروں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ انگلی کو فوری طور پر کاٹ دیا جائے، ورنہ اس کا زہر باقی جسم میں بھی پھیل جائے گا۔ مجبوراً بادشاہ کو انگلی کٹوانا پڑی۔“

”دادا ابو ! بادشاہ کو درد نہیں ہوا انگلی کٹنے پر ؟“

”ہوا بیٹا ! بہت درد ہوا اور اس درد کی وجہ سے اُس نے واویلا کرنا شروع کر دیا۔ اُس کا ایک وزیر تھا، جس پر بادشاہ بہت اعتماد کرتا تھا اور وہ اسے دربار میں بھی اور سفر میں بھی ہمیشہ ساتھ رکھتا تھا۔ اُس وزیر نے اسے ایک بڑے کام کی بات بتائی۔“

”کیا بات بتائی دادا ابو؟“

”اُس نے بادشاہ سے کہا کہ واویلا کرنے اور رونے دھونے سے آپ کا درد اور بڑھ جائے گا۔ خاموش رہنے سے کم ہو جائے گا۔ صبر کرنے سے ختم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے خوشی میں تبدیل ہو جائے گا۔“

”پھر بادشاہ نے کیا کہا؟“

”بادشاہ نے وہی کہا جو آپ نے ابھی تھوڑی دیر پہلے کہا تھا۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ پہلی تین باتیں تو کسی حد تک ٹھیک ہو سکتی ہیں، لیکن آخری بات ٹھیک نہیں ہے۔ میری انگلی کٹ گئی ہے۔ میں اس پر کیوں شکر ادا کروں اور شکر ادا کرنے سے مجھے کیا خوشی ملے گی؟ کیا میری انگلی واپس لگ جائے گی؟ تم اپنی یہ آخری بات واپس لو !“

”اس کا مطلب ہے کہ بادشاہ کو بھی یہ بات پسند نہیں آئی۔“ عائشہ بولی۔

”لیکن جب وزیر اپنی بات پر قائم رہا تو بادشاہ نے ناراض ہو کر اسے جیل میں ڈال دیا۔“

”یہ تو بہت برا ہوا دادا ابو ! وزیر نے پھر شور نہیں مچایا؟“

”نہیں بیٹا ! وہ خاموشی سے جیل چلا گیا۔“

”یہ تو کہانی کا بڑا افسوس ناک انجام ہوا دادا ابو ! میرے کان میں تو پھر سے درد شروع ہو گیا ہے۔“

”کہانی ابھی ختم کہاں ہوئی ہے، دادا ابو کی جان ! کچھ دنوں بعد بادشاہ شکار کھیلنے کے لیے جنگل میں گیا۔ اس مرتبہ اس کا وہ وزیر جیل میں ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ بادشاہ کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اس کے نہ ہونے کی وجہ سے بادشاہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ کر اپنے ملک کی حدود سے باہر نکل گیا۔ وہاں جنگلی لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور اس کی قربانی دینا چاہی، لیکن جب دیکھا کہ اس کی ایک انگلی نہیں ہے تو اس عیب کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا۔ بادشاہ بھاگم بھاگ اپنے محل پہنچا اور تخت پر بیٹھتے ہی قید خانے سے اپنے وزیر کو بلوایا۔“

”تم ٹھیک کہتے تھے، اس کٹی ہوئی انگلی کی وجہ سے میری جان بچ گئی، لہٰذا اب تمھیں قید سے رہا کیا جاتا ہے، لیکن تمھیں تمہارے عہدے پر تب بحال کیا جائے گا، جب تم یہ بتاؤ گے کہ تمہارے قید ہونے میں تمہارے لیے کیا بہتری تھی؟ کیا تم نے بھی اپنے قید ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا تھا؟“

”بادشاہ سلامت ! اُس وقت بھی کیا تھا اور اب تو اور بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہوں۔“

”اُس وقت کیوں کیا تھا؟ اور اب کیوں کر رہے ہو ؟“

”اُس وقت اس لیے شکر ادا کیا تھا کہ آپ نے مجھے پھانسی کا حکم نہیں دے دیا اور اب اس لیے شکر ادا کر رہا ہوں کہ اگر میں قید میں نہ ہوتا تو آپ کے ساتھ جاتا اور چوں کہ میری انگلی کٹی ہوئی نہیں تھی، لہٰذا وہ آپ کی جگہ میری قربانی دے دیتے۔“

”وزیر نے یہ تو بہت اچھا جواب دیا دادا ابو !“

”بس تو اس جواب پر بادشاہ نے خوش ہو کر اسے دوبارہ اپنا وزیر بنا لیا اور بہت سا انعام بھی دیا۔“

”واہ جی واہ دادا ابو ! کہانی کا یہ خاتمہ تو بہت اچھا ہوا۔“

”اور ہماری بیٹی کے کان میں درد کا خاتمہ ہوا یا نہیں ؟“

”جی دادا ابو ! اب تو بالکل بھی درد نہیں ہو رہا ہے، اللہ کا بہت شکر ہے۔“

تو بچو ! خوشی ہو یا غم، صحت ہو یا بیماری، دھوپ ہو یا چھاؤں، عافیت ہو یا مصیبت، حالات کیسے بھی ہوں، ہمیں ہر حال میں صبر اور شکر سے کام لینا چاہیے۔ بعض لوگ آزمائش میں صبر اور صرف کام یابی یا خوشی کے موقع پر شکر ادا کرنا کافی سمجھتے ہیں، لیکن اللہ کے پسندیدہ بندے دونوں صورتوں میں صبر کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کریم کا ہزار ہا شکر بھی ادا کرتے ہیں۔

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ

(اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا)

توبہ کا دروازہ

انوکھی کہانی

ڈاکٹر الماس روحی

حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوّا جنت میں ہنسی خوشی رہتے تھے۔ شیطان نے طرح طرح کے حیلے سے انہیں بہکایا اور گندم کا دانہ کھانے پر مجبور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوّا کو نکالنے کا حکم دے دیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کے سر مبارک سے تاج اتار دیا۔

ان کی عربی زبان کی جگہ سریانی زبان جاری کی جنت کا نوری لباس ہٹا دیا گیا تھا۔ اُنھوں نے اپنے جسموں کو انجیر کے پتوں سے چھپایا۔ حضرت آدم علیہ السلام عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک جنت میں رہے۔ اس کے بعد اگلے لمحے جنت اُن سے چھین لی گئی۔ زیتون کی شاخ ان کے ساتھ تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ حجرِ اسود بھی تھا۔ جنتی درختوں کے پتے بھی تھے جن کو ہندوستان میں پھیلا دیا گیا اور پیر کے روز زمین پر درخت اُگائے گئے۔ یوں دنیا میں خوشبودار درخت پیدا ہوئے۔

دنیا میں آنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام بہت پریشان تھے کیونکہ وہ اکیلے اور تنہا تھے۔ حضرت اماں حوّا کو جدّہ میں اتارا گیا تھا۔ فرشتوں نے ابلیس کو بصرہ سے چند میل کے فاصلے پر پھینکا۔ سانپ جس نے شیطان کو اپنے منہ پر میں چھپایا تھا۔ اُس منہ میں سزا کے طور پر زہر بھر دیا گیا۔ اور اللہ کے حکم سے سانپ کے پاؤں بھی چھین لیے گئے اور شہر اصفہان میں چھوڑ دیا گیا۔ طاؤس کی خوبصورتی کو نہ صرف کم کر دیا گیا بلکہ اس کے پاؤں ہمیشہ کے لیے سیاہ کر دیے گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ گریہ وزاری کی ہے۔ آپ تین سو سال تک روئے اور چالیس دن تک کچھ نہ کھایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے انہوں نے آپ کے پاس آکر اذان دی۔ اذان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا تو انہیں بڑی تسلی ہوئی۔ ایک دن حضرت آدم علیہ السلام زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا "اے آدم! اتنا کیوں رو رہے ہو؟"

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا "مجھے آسمان کی بلندی سے زمین کی پستی میں ڈال دیا گیا۔ نعمتوں کے گھر سے نکال کر رنج و غم کے نگر میں اتار دیا گیا۔ یعنی مجھے مقام جاوید سے مقام فنا میں پہنچا دیا گیا ہے۔" پھر حضرت آدم علیہ السلام کو یاد آگیا جس وقت خدا نے ان کو پیدا کیا تو انہوں نے سر عرش عظیم کی طرف اٹھایا تو وہاں لکھا ہوا تھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کوئی معبود نہیں، اللہ کے سوا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں

آدم علیہ السلام سمجھ گئے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑے درجے والے ہوں گے۔ کلمے میں اللہ نے اپنے نام کے ساتھ ان کا نام لیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر معافی مانگی یہی ایک معافی کا دروازہ تھا۔ "اے میرے رب! مجھے محمد کے لحاظ سے بخش دے۔" اُدھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بھی اللہ کے دربار میں آپ علیہ السلام کی فریاد پہنچائی۔ اللہ پاک نے فرمایا۔

"اے آدم! رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ تیری آواز میں نے سنی۔ تیری گریہ وزاری پر رحم کیا۔ تیری غلطی سے در گزر کیا۔ جا میں نے تجھے محمد کے لحاظ سے بخشا۔ محمدؐ تیری اولاد میں آخری نبی ہوں گے۔"

حضرت آدم علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی توبہ کی دعا کی تو توبہ قبول ہوئی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام کی رہنمائی میں حضرت آدم علیہ السلام عرفات کے میدان میں پہنچے۔ جہاں بی بی حوّا بھی جدّا سے پہنچی۔ دونوں نے اپنے گناہ سے توبہ کی۔ دونوں کے رنگ رنج و غم سے سیاہ ہو چکے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کو پہچان نہ پائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دونوں کا تعارف کروایا۔ اس میدان کا نام عرفات یوں مشہور ہوا جہاں حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوّا علیہ السلام کا ملاپ ہوا۔

زمین پر اترنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو وحشت آتی تھی۔ یہاں کی ویرانی اور سناٹا انہیں بہت محسوس ہوتا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دنیا کی خموشی کی شکایت کی۔ تو اللہ پاک نے ان کی عبادت کے لیے عرش الٰہی سے بیت المعمور زمین پر اتار دیا۔ یہ اللہ کا بہت خوبصورت گھر ہے جو جنت میں یاقوت کا بنا ہوا تھا۔ اس کے دو دروازے ہیں۔ خانہ کعبہ کی پہلے اسی مقام بیت المعمور جنت سے اتارا گیا۔ حضرت آدم اور اماں حوّا جنت میں بھی اس کا طواف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ زمین پر آنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوّا علیہ السلام نے مناسک حج ادا کیے اور اپنے لیے آسانی کی دعا کی۔ اللہ پاک نے دعا قبول کی اور دیکھتے ہی دیکھتے زمین پر اولادِ آدم پھیل گئی اور یوں دنیا آباد ہوئی۔

مشکل الفاظ و معنی

- مقام فنا: جو جگہ ختم ہو جائے
- مقام جاوید: ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ
- حیلے: بہانے
- گر: جگہ
- حجر: پتھر
- سیاہ: کالا
- طاؤس: مور
- بلندی: اونچائی
- پستی: نیچے
- ابلیس: شیطان
- گریہ وزاری: بہت رونا

سپر ہیروز

گوریلا فائٹر

بنتِ تاجور

جو نہی انھوں نے اسلام قبول کیا، مشرکینِ مکہ نے انھیں قید میں ڈال دیا۔ بہت مدّت قید میں ظلم سہتے رہے، ان حالات میں ایک دن انھیں فرار ہونے کا موقع مل گیا، وہ سیدھے پیارے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔

یہ حضرت عتبہ بن اُسید ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، جو اپنی کنیت ابو بصیر سے مشہور ہیں۔ یہ طائف کے جنگجو قبیلے بنو ثقیف سے تعلق رکھتے تھے، لیکن قریش سے قریبی تعلّق ہونے کی بنا پر طائف چھوڑ کر مکہ میں رہائش اختیار کرلی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ اسلام دی تو یہ فوراً ایمان لے آئے۔ اس وقت صلح حدیبیہ ہو چکی تھی۔ اس صلح کی ایک شرط یہ تھی کہ جو مسلمان مشرکین کے پاس سے بھاگ کر مسلمانوں کے پاس چلا جائے گا، اسے نبی ﷺ واپس کردیں گے۔ مشرکین کو جب پتا چلا کہ ان کا قیدی فرار ہو کر مدینہ پہنچ گیا ہے تو وہ غصے سے آگ بگولہ ہوگئے۔ فوراً دو آدمی وفد کی صورت میں مدینہ کی طرف روانہ کردیے۔ یہ لوگ حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مطالبہ کیا: "صلح نامے کی شرائط کی رو سے ہمارا آدمی ہمارے حوالے کریں۔"

حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرکین کے حوالے کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ پھر سے ظلم وستم کی چکّی میں پوری بے رحمی کے ساتھ پستے، لیکن نبی اکرم ﷺ عہد کے پابند تھے اور ان سے بڑھ کر عہد کی پابندی اور کر بھی کون سکتا تھا، چناں چہ آپ ﷺ نے حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "دیکھو! تمھیں معلوم ہے کہ صلح نامہ کی شرائط کی وجہ سے میں تمھیں روک نہیں سکتا، اگر روکوں تو یہ عہد شکنی ہوگی۔ عہد شکنی ہمارے دین میں جائز نہیں، اس لیے اس وقت تم مشرکین کے پاس واپس چلے جاؤ۔ بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہاری اور دوسرے مظلوم مسلمانوں کی رہائی کی کوئی صورت پیدا کردے گا۔"

یہ سن کر انھوں نے عرض کی: "اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ مجھے مشرکین کے حوالے کر رہے ہیں، ایسا نہ ہو، وہ مجھے سیدھے راستے سے بھٹکادیں۔"

جواب میں رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا: "جاؤ! اللہ جلد ہی تمہاری اور دوسرے مسلمانوں کی رہائی کا سامان کردے گا۔"

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل کی اور مشرکین مکہ کے ساتھ چل دیے۔

ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں نگران کھجوریں کھانے کے لیے ٹھہر گئے۔

ایسے میں انھوں نے دونوں میں سے ایک سے کہا: "برادر! تمہاری یہ تلوار بہت خوب صورت اور عمدہ ہے۔"

تلوار کا مالک اس کی تعریف سن کر خوش ہو کر بولا: "بے شک! یہ تلوار بہت اچھی ہے، میں نے کئی بار تجربہ کیا ہے۔"

یہ سن کر عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً بولے: "ذرا دکھانا۔"

نگران نے فوراً تلوار نیام سے نکالی اور ان کی طرف بڑھادی۔ مشرکین کئی سال سے عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے، اس وقت آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ان کے ساتھ آتو گئے تھے، لیکن دوبارہ خود کو ان کے حوالے کرنے کے لیے کسی طور بھی راضی نہیں تھے۔ انھوں نے تلوار ہاتھ میں لیتے ہی تلوار کے مالک کے سر پر وار کیا اور ایک ہی آن میں اس کا سر تن سے جدا ہوگیا۔

یہ خوف ناک منظر دیکھتے ہی دوسرا نگران ڈر کر بھاگ نکلا، وہ سیدھا مدینہ پہنچا اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے بدحواس دیکھ کر پوچھا: "کیا بات ہے، تم پریشان کیوں ہو اور واپس کیسے آگئے؟"

اس نے آنکھوں دیکھا سارا واقعہ من وعن بیان کردیا۔

اتنے میں عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے اور آتے ہی بولے: "یارسول (ﷺ)! آپ نے معاہدے کی شرط پوری کردی، آپ اپنی ذمے داری سے سبک دوش ہوگئے۔ اللہ نے مجھے ہمت دی اور میں آزاد ہوگیا۔"

نبی کریم ﷺ نے حکمتاً خاموشی اختیار کی کہ قریش کے آدمی کو قتل کرنے کی بنیاد پر قریش مشتعل ہو جائیں گے، یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فوری طور پر کوئی فیصلہ نہیں فرمایا۔ یہ دیکھ کر

عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کرلیا کہ شاید انھیں پھر سے مشرکین کے حوالے کردیا جائے گا، اس خیال کے آتے ہی یہ موقع پاکر وہاں سے نکل گئے اور ساحلی مقام عیص پر چلے گئے اور اسے اپنا ٹھکانہ بنالیا۔ اس مقام سے قریب ایک راستہ تھا جس پر سے قریشِ مکہ کے تجارتی قافلے گزرا کرتے تھے۔ ابھی چند دن گزرے تھے کہ انہی کی طرح ایک اور صحابی ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مشرکین کی قید سے فرار ہو کر عیص پہنچ گئے۔ اب تو ان جیسے دیگر مظلوم لوگوں کو ایک راستہ مل گیا۔ ظلم وستم سہنے والوں میں سے جسے بھی فرار ہونے کا موقع ملتا، وہ مقامِ عیص پہنچ جاتا۔ تھوڑے ہی عرصے بعد وہاں مسلمانوں کی ایک اچھی بھلی جماعت جمع ہوگئی۔

مشرکین کے ہاتھوں ستائے ہوئے یہ لوگ اب انتقام لینے کی حالت میں آگئے۔ ان حضرات نے مشرکین سے بدلہ لینے کی ایک عجیب ترکیب سوچی، جب بھی قریش کا کوئی تجارتی قافلہ مقامِ عیص کے راستے سے گزرتا، یہ لوگ پہلے سے تاک میں بیٹھے ہوتے تھے، فوراً سے اٹھ کر قافلے پر حملہ آور ہو کر تباہی مچا کر ان کا سارا سامان لوٹ لیتے۔ اس طرح کے حملوں سے قریش

جھوٹ کے پر

سائرہ شاہد

ہر طرف گھاس ہی گھاس اُگی ہوئی تھی، لیکن یہ گھاس اُنھیں ایک بڑا جنگل معلوم ہو رہی تھی۔ وہ کبھی تیز چلنے لگتے اور کبھی بھاگنے لگتے کیوں کہ اُنھیں بتایا گیا تھا کہ اُن کی نجات کا راستہ اسی طرف جاتا ہے۔ وہ دو چھوٹے لڑکے حماد اور خرم تھے، جو سزا کے طور پر یہ سفر کر رہے تھے۔

"تم دونوں کو بھی سزا ملی ہے؟" ایک ننھی سی سفید جنگلی بکری نے ان کے پاس آ کر سوال کیا تو وہ اس عجیب و غریب بکری کو دیکھ کر ایک دوسرے کے پیچھے چھپنے لگے۔

"ڈرو نہیں بچو! میرا نام بنٹی ہے اور میں اپنے جھوٹ کے پر کاٹنے جا رہی ہوں۔" بکری نے کہا تو وہ دونوں حیران رہ گئے۔

"تم نے کیا جھوٹ بولا؟" خرم نے ہمت کرتے ہوئے سوال کیا۔

"ایک دن میں سو رہی تھی اور ایک چھوٹا سا زخمی خرگوش میرے پاس آیا۔ اس نے مجھ سے حکیم بندر کا گھر پوچھا تو میں نے اسے جھوٹ بول کر غلط راستے پر بھیج دیا۔ کچھ دیر بعد میں چوہے جتنی چھوٹی ہو گئی۔" بنٹی نے پریشان ہو کر بتایا تو حماد اور خرم بھی اُداس ہو گئے۔

"ہم ذرا دل لگی کرنا چاہتے تھے اور جھوٹ بول کر کسی کو پریشان کرنا چاہتے تھے۔ ہم دونوں نے مل کر منصوبہ بنایا اور اپنے امی ابو سے جھوٹ کہا کہ دادی اماں بیمار ہیں۔ وہ دونوں پریشان ہو کر دادی اماں کے گھر چلے گئے اور ہم اس طرح چھوٹے ہو گئے۔" حماد نے بھی اپنی غلطی بتائی تو ان کی گھڑیوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔

"اوہ! ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ یہ گھڑی بند ہونے سے پہلے ہمیں جھوٹ کے پر کاٹنے ہیں، ورنہ ہمیشہ ایسے رہنا پڑے گا۔" بنٹی نے کہا تو اُن دونوں نے غور کیا کہ اُن جیسی گھڑی بنٹی کے گلے میں بھی بندھی ہوئی ہے۔ وہ تینوں تیزی سے بھاگنے لگے، تا کہ جلدی سے اپنے اپنے جھوٹ تلاش کر کے ان کے پر کاٹ سکیں۔

کچھ دیر بھاگنے کے بعد اُن کے آگے اندھیرا چھا گیا اور اُن کے قدم رک گئے۔

"اتنا بڑا چوہا!" خرم نے چیخ کر کہا تو حماد اور بنٹی بھی ڈر سے پیچھے ہٹے۔

"تم تینوں جھوٹ کے پر کاٹنے جا رہے ہو؟" چوہے نے سردی سے کانپتے ہوئے سوال کیا تو ان تینوں نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"جلدی سے اپنا اپنا جھوٹ تلاش کر لو ورنہ ہمیشہ ایسے رہو گے۔" چوہے نے اُنھیں کہا اور پھر سے اپنا پھل کترنے میں مصروف ہو گیا۔

"تم اتنے بڑے کیسے ہو گئے؟ کیا تمھیں بھی سزا ملی؟" حماد نے تجسّس سے سوال کیا تو چوہے نے اپنی لمبی دُم آگے کی اور اس پر بندھی گھڑی دکھائی۔

"میرا نام چنٹو ہے اور ہم ایک گھر میں بِل بنا کر رہتے تھے۔ ایک دن میں نے اس گھر کے سارے پھل کتر کر خراب کر دیے اور گھر کے لوگوں نے غصے میں آ کر ہماری برادری کو زہر دے کر مار دیا۔ سردار نے جب پوچھا کہ پھل کس نے کترے تھے؟ تو میں نے جھوٹ بول کر دوسرے چوہے پر الزام لگا دیا تھا، اس لیے میں انسان جتنا بڑا ہو گیا اور بِل میں نہیں جا سکتا۔ مجھے لگتا ہے کہ میں سردی سے مر جاؤں گا۔" یہ بتا کر چوہا رونے لگا اور اس کے بڑے بڑے آنسوؤں سے بنٹی، حماد اور خرم گیلے ہو گئے۔

"ان شاء اللہ! تم یہ پھل جلدی سے کتر لو گے اور ٹھیک ہو جاؤ گے۔" بنٹی نے تسلی دیتے ہوئے کہا اور وہ تینوں وہاں سے آگے جانے لگے۔ ابھی وہ کچھ قدم ہی چلے تھے کہ خرم نے کہا: "کئی دن گزر گئے، لیکن ہمارے جھوٹ اب تک نہیں ملے اور نہ ہی ہمارا ٹھیک ہونے کا چانس ہے۔ ہم چِنٹو کا پھل کترنے میں اس کی مدد کر لیتے ہیں، شاید اس طرح وہ ٹھیک ہو جائے۔" یہ بات سن کر بنٹی اور حماد سوچ میں پڑ گئے اور کچھ دیر بعد وہ بھی چنٹو کی مدد کرنے کے لیے راضی ہو گئے۔ وہ تینوں واپس مُڑے اور دوبارہ چنٹو کے پاس آ گئے۔

"چِنٹو! ہمارے جھوٹ نجانے کب ملیں، اس لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم تمھاری مدد کرتے ہیں، اس طرح تمھارا پھل جلدی ختم ہو جائے گا۔" خرم نے آواز لگائی تو چِنٹو اس کی بات سن کر خوش ہو گیا۔ اب دونوں لڑکے اپنے دانتوں سے پھل کترنے میں مصروف ہو گئے اور بنٹی نے پتے کھانے شروع کر دیے۔ ان سب کی محنت سے کچھ دیر بعد سارا پھل کتر لیا گیا اور چِنٹو کی گھڑی غائب ہو گئی۔ وہ اپنی اصلی حالت میں واپس آ کر کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ بنٹی، حماد اور خرم کی گھڑیوں نے شور کرنا شروع کر دیا۔

"تم نے چِنٹو کی مدد کر کے اپنے اپنے جھوٹ کے پر کاٹ دیے، اس لیے تم تینوں کو اپنا جھوٹ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔" یہ کہتے ہی گھڑیاں غائب ہو گئیں اور وہ تینوں بھی اپنی اصلی حالت میں واپس آ گئے اور خوشی سے چلّانے لگے۔

"بہت شکریہ دوستو! تم تینوں کی وجہ سے میرا جھوٹ ختم ہو گیا۔" چِنٹو نے خوشی سے کہا۔

"تمھارا بھی شکریہ چِنٹو! تم ہمیں راستے میں نہ ملتے تو ہم نجانے کب تک جھوٹ کے پر کاٹنے کے لیے بھٹکتے رہتے۔" حماد نے جواب دیا تو ان چاروں نے آیندہ جھوٹ بولنے سے توبہ کی اور اپنے اپنے گھروں کی جانب چلے گئے۔

مکہ کی تجارت سخت خطرے میں پڑ گئی۔ یہ چھاپہ مار لڑائی یعنی گوریلا جنگ کی ابتدائی شکل تھی۔ اس لحاظ سے ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس قافلے پر حملہ آور ہونے کو گوریلا جنگ کا مُوجِد کہہ سکتے ہیں۔

قریش نے بالآخر تنگ آ کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا: "آیندہ جو مسلمان بھاگ جائے گا، وہ آزاد ہو گا۔ آپ اسے واپس کرنے کے پابند نہیں ہوں گے۔"

اس کے ساتھ ہی انھوں نے صِلہ رحمی کا واسطہ دے کر درخواست کی کہ "عمیص میں ٹھہرنے والے مسلمانوں کو روکیے، وہ ہمارے تجارتی قافلوں پر حملے نہ کریں۔"

رسولِ اکرم ﷺ نے قریش کی یہ درخواست قبول فرمالی اور حضرت عتبہ بن اُسید اور ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لکھ بھیجا کہ آپ لوگ مدینہ آ جائیں، باقی اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ اس موقع پر قرآنِ پاک کی سورت فتح کی یہ آیت نازل ہوئی: ترجمہ: "اللہ وہ ہے جس نے مکہ کی وادی میں دشمنوں کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے، قابو پانے کے بعد۔"

جب حضرت عتبہ بن اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کا یہ فرمانِ مبارک ملا تو ان کا وقتِ وفات قریب تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خط مبارک ہاتھ میں لے کر پڑھنے لگے۔ خط پڑھتے پڑھتے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح جسم سے نکل گئی اور آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمیص میں ہی دفن ہوئے۔ قریب ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں ایک مسجد بنائی گئی۔

نوٹوں کا درخت

مہوش اسد شیخ

دوسری قسط

"ماجے کچھ کر، بچہ ساری رات بخار میں پھنکتا رہا ہے۔ کہیں سے اس کی دوا کا بندوبست کر۔" ایک گھر کے باہر سے گزر رہا تھا کہ نسوانی آواز نے گڈو کے قدم جکڑ لیے۔

"کہاں سے بندوبست کروں؟" بے بسی سے لبریز مردانہ آواز سنائی دی۔

"جا کر حکیم کے پیر پکڑ لے۔ کہہ جلد ہی پیسے دے دیں گے۔" عورت نے گویا تجویز پیش کی۔

"نہیں دیتا وہ کسی کو ادھار، بہت پکا ہے اپنے اصول کا" مرد نے حکیم کی عادت بتلاتے ہوئے کہا۔

"ایک بار پھر کوشش کر لے، میرا دل کہتا ہے وہ مان جائے گا۔ اسے اس کے بچوں کا واسطہ دے کر دوا لے آ۔"

"اچھا جاتا ہوں۔"

عورت کے مجبور کرنے پر مرد نے حامی بھر لی تھی۔ گڈو نے کسی خیال کے تحت جیب میں ہاتھ ڈالا، جہاں اب کافی نوٹ موجود تھے۔ سارے نوٹ نکال کر ان کے دروازے کی درز میں رکھ کر، دیوار کے پیچھے چھپ گیا۔ جیسے ہی دروازہ کھلا پیسے ماجے کے قدموں میں گر گئے۔ وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹا، نوٹ دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں، روپے اٹھا کر باہر گلی میں دائیں بائیں دیکھا، کوئی دکھائی نہ دیا۔

"یا اللہ! میں اسے غیبی مدد سمجھتا ہوا اپنے بچے کی دوا لینے جا رہا ہوں۔" منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا وہ حکیم صاحب کی دکان کی طرف چل دیا۔

گڈو مسکرا دیا اور اپنے گھر کی طرف ہو لیا۔ اپنی گلی میں داخل ہوا تو اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی چاپ سنی، مڑ کر دیکھا تو ایک چار پانچ سال کا لڑکا، للچائی ہوئی نگاہوں سے اس کے ہاتھ میں تھامے لفافے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بھوک کی شدت اس کے چہرے سے صاف عیاں ہو رہی تھی۔ دل کو کچھ ہوا، اس نے اپنے حصے کا نان لڑکے کو دے دیا۔

"اماں اٹھ جا، روٹی کھالے، یہ دیکھ کر میں اپنی اماں کے لیے کیا لایا۔" گڈو نے ماں کو سہارا دے کر اٹھایا۔

"یہ نان کہاں سے آیا؟" اماں نے اس کے چہرے پر نگاہیں گاڑھے پوچھا۔

"تنور سے لایا ہوں اپنی اماں کے لیے۔" گڈو نے محبت سے لقمہ ماں کے منہ کی طرف بڑھایا۔

"پیسے کہاں سے آئے؟" اماں کا لہجہ سخت تھا۔

"پیاری ماں، تیری قسم! چوری نہیں کی، کوئی غلط کام نہیں کیا۔ باقی کے سوال جواب بعد میں کر لینا، پہلے روٹی کھالے۔" لقمہ زبردستی ماں کے منہ میں ڈال دیا۔

"تم بھی کھاؤ ناں۔۔۔"

اگلا لقمہ اس کے ہاتھ سے لے کر ماں نے اسی کے منہ میں ڈالنا چاہا۔

"نہیں اماں، یہ تیرے لیے ہے، میں کھا چکا ہوں۔" اس نے جھوٹ کا سہارا لیا۔

ماں کو کھانے کے بعد دوا کھلا کر وہ باہر اپنی مخصوص جگہ پر آکر لیٹ گیا۔ شاید اس کے صبر کا انعام تھا کہ نقاہت اور بھوک یک دم ہوا ہو گئی تھی۔ وہ محویت سے جامن تلے اگے اپنے چھوٹے سے پراسرار درخت کو دیکھنے لگا، جو صبح تو نوٹوں سے بھرا ہوا تھا، مگر اب کچھ اداس و ویران سا لگ رہا تھا۔

"کیا یہ بار بار نوٹوں کا پھول دے گا؟"

اس نے خود کلامی کی۔ اس سوال کا جواب ندارد تھا۔ ظہر کی اذان کی آواز پر مسجد جانے کی غرض سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔

◆◆◆

"گڈو یار! تو نے جذباتی ہو کر سارے پیسے ماجے کو دے ڈالے، کچھ اپنے پاس رکھ لیے ہوتے تو اب بھوک سے بے حال نہ ہو رہا ہوتا۔" دونوں ہاتھ سے پیٹ دباتے ہوئے اس نے خود کو ملامت کی۔

"کسی کی زندگی کا سوال تھا۔ میں بھلا کیسے پیچھے رہ سکتا تھا۔ جیسے مجھے ماں کی موت سے خوف آتا ہے، ویسے وہ اپنے بچے کے لیے تڑپ رہے تھے۔" سوچ کا زاویہ بدلتے خود کو سرزنش کی۔

ابھی انہی سوچوں میں غلطاں تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ بےزاری سے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ایک بندہ تھال پکڑے کھڑا تھا۔

"چوہدری کے گھر بیٹا ہوا ہے، سارے محلے میں میٹھے چاول بنٹ رہے ہیں۔ تھال میں سے ایک لفافہ اٹھا لو۔"

مقابل نے آنکھ سے تھال کی طرف اشارہ کیا۔

گڈو نے جھٹ لفافہ اُچک لیا۔ خوشی کے مارے بے حال ہوا جا رہا تھا۔ دونوں ماں بیٹے نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

"دیکھا! تو نے کسی کا احساس کیا تو رب نے تجھے بھوکا نہیں رکھا۔" رات بستر پر لیٹا وہ خود سے مخاطب تھا۔

بھرے پیٹ کے ساتھ نیند بھی خوب آتی ہے۔ وہ مسکراتا ہوا آنکھیں موند گیا۔

"گڈو اٹھ جا، نماز کا وقت ہو چکا ہے۔" اماں نے حسبِ معمول آواز دی۔

باہر نکلا تو آنکھیں بے اختیار سامنے درخت کی طرف اُٹھ گئیں، نیند کا خمار یک دم اڑنچھو ہو گیا، درخت آج بھی نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ نوٹ صبح کا اُجالا پھیلنے سے پہلے پہلے اتار لینا ہی بہتر تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو اس انمول دولت کی بھنک لگے۔ نوٹ احتیاط سے کچن میں چھپا دیے اور نماز کی تیاری کرنے لگا۔

◆◆◆

"گڈو بیٹا! دودھ لے لے۔"

دستک دینے کے بعد پروین (ہمسائی) نے آواز لگائی۔

گڈو جو کہ بیٹھا شکرانے کے نفل پڑھ رہا تھا، سلام پھیرتے ہی تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔

"گڈو۔۔۔! لے دودھ پی اور خاص دعا کر میری بھینس بیمار ہے، آج تھوڑا سا دودھ دیا ہے اس نے۔ اسی کے دم سے بہار ہے، یہ نہ رہی تو کھانے کے لالے پڑ جائیں میرے گھر میں۔۔۔"

دروازہ کھلتے ہی پروین نے گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے دعا کی التجا کی۔

"باجی اس کا علاج کرواؤ ناں!" گڈو نے گلاس تھامتے ہوئے کہا۔

"علاج کے لیے پیسے نہیں ہیں، ڈاکٹر اتنے پیسے مانگ رہا ہے۔" پروین نے دونوں ہاتھوں کو پھیلاتے ہوئے کہا۔

"اللہ معجزہ کرے گا ان شاء اللہ۔"

گڈو کہہ کر پلٹ آیا۔ دودھ اپنے برتن میں ڈال کر گرم ہونے کے لیے چولہے پر رکھ دیا اور خود پاس بیٹھا پیسے گننے لگا۔

سو، دو سو، تین سو۔۔۔۔ ایک ہزار کے بعد اس سے گنا ہی نہیں گیا اور ابھی ڈھیر سارے نوٹ سامنے دھرے تھے۔ تنگ آکر نوٹ لپیٹ کر جیب میں ڈالے، خالی گلاس لے کر واپس دینے چل دیا۔ (جاری ہے)

سدیس کی شرط

حفصہ محمد فیصل

سدیس! مجھے تم سے یہ اُمید نہیں تھی۔۔۔ تم ایسا بھی کر سکتے ہو؟ وہ بھی اپنے ابو کے ساتھ، جنھوں نے تمھیں جان سے بڑھ کر چاہا، تمھارے لیے اپنی ساری زندگی وقف کر دی۔ آج تم نے ان کے ساتھ ہی اتنا بڑا دھوکا کر دیا افسوس! سہیل بھائی تأسف سے سر ہلاتے ہوئے کہہ رہے تھے، جب کہ سدیس سر جھکائے ان کی باتیں سن رہا تھا کیوں کہ یہی سچ تھا۔

پیارے دوستو! سدیس کی امی بچپن میں ہی اسے چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس چلی گئی تھیں۔اس کے ابو نجم صاحب نے سدیس کی تربیت اور دیکھ بھال کی خاطر اپنی نوکری بھی چھوڑ دی تھی۔ آن لائن کاروبار کرنے کی ٹھانی، تاکہ گھر میں رہ کر وہ سدیس کا خیال بھی رکھ سکیں اور کاروبار کے ذریعے اخراجات بھی چلا سکیں، جب امی اس دنیا سے گئیں، اس وقت سدیس صرف دو سال کا تھا اور اب گیارہ سال کا ہونے والا تھا۔ان نو سالوں میں ابو نے سدیس کو کبھی بھی امی کی کمی محسوس نہیں ہونے دی، وہ ہر لحاظ سے سدیس کا خیال رکھتے تھے اور انھوں نے اس کی ہر خواہش کو پورا کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔

سدیس بھی ابو جان سے بہت محبت کرتا تھا، مگر شکوے شکایت کی عادت اس کے اندر بہت نمایاں تھی۔

سہیل بھائی ان کے پڑوسی تھے۔وہ ایک بہترین اوصاف کے مالک تھے۔سِول انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ سدیس اپنے ریاضی کے سوالات حل کروانے کے لیے اکثر ان کے پاس جایا کرتا تھا۔وہ بھی سدیس کے ساتھ بڑے بھائیوں جیسا برتاؤ کرتے تھے، چوں کہ وہ سدیس کے تمام حالات سے واقف تھے، اس لیے اکثر سدیس کو اپنے ابو کی خدمت اور قدر کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔

آج سدیس کی اس حرکت پر وہ بہت دل برداشتہ ہوئے تھے اور انھوں نے اسے سمجھانے کے لیے اپنے پاس بلایا تھا۔

قصہ دراصل یہ تھا کہ سدیس کے ابو آن لائن چاول کا کام کرتے تھے، اس سلسلے میں بہت ساری چاول کی بوریاں گھر کے اسٹور میں محفوظ کی ہوئی تھیں۔ایک دن سدیس نے اپنے اسکول کے چند دوستوں سے ابو کے کاروبار کا ذکر کر دیا تھا اور انھوں نے یہ بات یاد رکھ لی تھی۔ دوستوں کا وہ ٹولہ بہت شاطر تھا اور وہ سب عمر میں بھی سدیس سے کچھ بڑے تھے۔

انھوں نے باتوں ہی باتوں میں سدیس کو الجھا کر ساری معلومات لے لیں، اب انھیں اپنی ترکیب پر عمل کرنا تھا۔

سدیس کے چاروں دوست ہر بات میں شرط لگانے کے عادی تھے۔سدیس کو یہ عادت پسند نہیں تھی، لیکن اس بار ان تینوں نے ترکیب سوچی اور باتوں ہی باتوں میں پنجہ لڑانے کا پروگرام ترتیب دے دیا، چوں کہ امتحانات ہو چکے تھے اور اسکول میں تفریح کا وقت زیادہ مل جاتا تھا، عاقب نے سدیس کو پنجا لڑانے کا چیلنج کر دیا۔ سدیس نے بھی جذباتی ہو کر قبول کر لیا، لیکن ہارنے والے پر شرط لگی کہ ”جو ہارے گا وہ جیتنے والے فریق کی ہر بات مانے گا۔“

باتوں کے الجھاؤ میں سدیس نے یہ بات مان لی۔

مقابلہ شروع ہوا، چھٹی جماعت کے اکثر بچے ان کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے۔ جمیل اور اسلم نے عاقب کی طرف کھڑے ہو کر سدیس کو چیلنج کے انداز میں جملے کسنا شروع کیے۔ سدیس ان ہتھکنڈوں سے واقف نہ تھا۔ گھبراہٹ اتنی بری طرح طاری ہوئی کہ سدیس کا ہاتھ عاقب کے ہاتھ کے نیچے تھا۔ اب شرط کے مطابق سدیس کو عاقب کی بات ماننی تھی۔

”سدیس! تمھیں مجھے تین چاول کی بوریاں دینی ہوں گی۔“

عاقب نے دانت نکال کر ہنستے ہوئے کہا۔

”تین بوریاں!“ سدیس کی چیخ نکل گئی۔

”دیکھو! شرط یہی لگی تھی اور اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میری طاقت ابھی تم دیکھ ہی چکے ہو۔“ عاقب نے آنکھیں دکھائیں۔

اب سدیس نے خوف زدہ ہو کر سوچنا شروع کر دیا کہ کس طرح وہ اس شرط پر عمل درآمد کرے۔

آخر ابو جان جب دوپہر میں مارکیٹ جاتے تھے، وہ وقت عاقب کو گھر آنے کے لیے دے دیا۔

گھر آ کر بھی سدیس بے حد پریشان تھا۔ ابو جان نے اس کی پریشانی بھانپ لی، مگر سدیس نے سر درد کا بہانہ بنا دیا۔

”دیکھو عاقب! ایک بوری لے لو، تین بوریوں سے میرے ابو کا بہت نقصان ہوگا۔“ سدیس لجاجت سے بولا۔

اسی لمحے سہیل بھائی اپنے کسی کام سے دروازے سے نکل رہے تھے۔ سدیس کی آواز ان کے کانوں میں پڑی تو وہ رُک گئے۔

”دیکھ سدیس! میں نے تمھیں پہلے ہی کہا تھا، میری شرط پوری کرنی ہوگی ورنہ۔۔۔!“ عاقب نے جیب سے ایک تیز چھری نکال کر دکھائی۔

سدیس چھری دیکھ کر کانپنے لگا۔

”ن ن، نہیں عاقب! تم کیسے دوست ہو؟“

سدیس خوف زدہ لہجے میں بولا، اسی وقت پولیس کی موبائل کا سائرن سنائی دیا۔ سہیل بھائی نے بروقت معاملہ بھانپتے ہوئے پولیس کو مطلع کر دیا تھا۔

عاقب معاملے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بھاگنے ہی لگا تھا کہ سہیل بھائی نے اُسے گردن سے دبوچ لیا اور پھر سدیس نے سارا معاملہ سہیل بھائی اور پولیس کو بتا دیا۔ پولیس عاقب کو حراست میں لے کر چلی گئی۔

اب سدیس، سہیل بھائی کی عدالت میں کھڑا تھا۔ ابھی سہیل بھائی سدیس کو ڈانٹ ہی رہے تھے کہ ابو جان بھی مارکیٹ سے گھر پہنچ گئے۔ انھیں محلے کے کسی فرد نے پولیس آنے کی اطلاع کر دی تھی، جس وجہ سے ابو بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ سہیل بھائی نے انھیں تسلّی دی اور بٹھایا۔ سدیس بھی سر جھکائے یہ سب دیکھ رہا تھا۔

”ابو جان! مجھے معاف کر دیں، مجھے آپ کو سب کچھ سچ بتا دینا چاہیے تھا۔ میں نے جھوٹ بولا، شرط لگا کر گناہ کا کام کیا اور پھر آپ کو دھوکا دینے کی کوشش کی، اتنے سارے گندے کام کیے۔ مجھے معاف کر دیں۔“

سدیس ہاتھ جوڑے کھڑا تھا، آنسو کے ساتھ ابو جان سے معافی مانگ رہا تھا۔ ابو جان نے اسے سینے سے لگا لیا۔ اب وہ پولیس اسٹیشن جا رہے تھے، تاکہ عاقب کو بھی اچھے طریقے سے سمجھا کر معاف کیا جا سکے۔

بطخ

فوزیہ خلیل

"بہت سے پرندے ایسے ہیں جو اپنا وقت پانی میں بھی گزارتے ہیں۔" اجمل کہہ رہا تھا۔

"پانی میں، مثلاً کون کون سے پرندے؟" جمیل نے کتاب بند کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"جیسے کہ مرغابی، راج ہنس، بطخ، بگلا وغیرہ یہ نہروں، جھیلوں کے کنارے پائے جاتے ہیں، سب کے سب بہت خوب صورت ہوتے ہیں۔" اجمل بولا۔

"یہ سب ملتے جلتے ہیں، کسی میں چونچ کا فرق ہے، کسی میں پروں کا تو کسی کی گردن لمبی ہے تو کوئی ایک ٹانگ پر کھڑا ہوتا ہے۔"

"مجھ کو جمیل سوچ میں پڑ گیا۔" مجھ کو بطخ سب سے زیادہ پسند ہے۔

"اچھا، وہ کیوں؟" اجمل نے سوال کیا۔ "تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"بہت کچھ! ! یہ میرا پسندیدہ پرندہ ہے۔ پالتو پرندہ ہے۔ اسے گوشت اور انڈوں کے لیے بھی پالا جاتا ہے۔ اس کی سو سے زائد اقسام ہیں۔ یہ زیادہ وقت پانی کے اندر رہنا پسند کرتا ہے۔ البتہ اس کی کچھ اقسام ایسی بھی ہیں جو پرواز کر سکتی ہیں۔"

"بطخ میں اور دوسرے پرندوں میں کیا فرق ہے جو پانی کے آس پاس رہتے ہیں؟" اجمل نے دل چسپی سے پوچھا۔

"سب سے اہم فرق تو چونچ کا ہے، بطخ کی چونچ بہت چوڑی ہوتی ہے۔ اس کی چونچ میں دندانے ہوتے ہیں، جس سے یہ مختلف چیزیں پکڑ سکتی ہے۔ اس کی چونچ میں باریک سوراخ ہوتے ہیں، جو ناک کا کام کرتے ہیں۔" جمیل نے جواب دیا۔

"میں نے سنا ہے کہ بطخ اپنی چوڑی چونچ کو دشمن پر حملہ کرنے کے لیے بھی استعمال کرتی ہے۔ اسی چونچ کی مدد سے یہ اپنے پَر سنوارتی ہے۔ اس کی اوسط عمر تقریباً دس سے بیس سال ہوتی ہے۔"

"ہاں! اس کی گردن قدرے لمبی ہوتی ہے۔ ٹانگیں مضبوط اور پیر جھلّی دار ہوتے ہیں، وہ اس لیے کہ یہ جھلی دار پیر اس کی پانی میں تیرنے میں مدد کرتے ہیں۔ بطخ میں ایک منفرد بات یہ بھی ہے کہ اس کے پَر سفید اور کالے ہوتے ہیں اور کچھ اقسام کی بطخیں تو رنگین ہوتی ہیں اور بہت پیاری اور دل کش دکھائی دیتی ہیں۔" جمیل کہتا چلا گیا۔

"بچوں کے لیے بنائی گئی کارٹون فلموں میں بطخ کا کردار بہت مقبول ہے اور ڈونلڈ ڈک Donald Duck کے نام سے مشہور ہے۔" جمیل اور اجمل کے چھوٹے بھائی جمال نے دونوں کی باتیں سن کر کہا پھر وہ بولا: "بطخ کے انڈوں کے بارے میں کچھ بتائیے۔"

"برسات کے موسم میں مادہ بطخ پانی کے قریب گھونسلہ بناتی ہے اور 7 سے 16 انڈے دیتی ہے، تقریباً 27-28 دن بعد ان انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں۔ یہ بچے انڈوں سے نکلتے ہی اپنی ماں کے ساتھ پانی میں تیرنے لگتے ہیں۔ بطخ کا انڈا مرغی کے انڈے سے بڑا ہوتا ہے، اس میں غذائیت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے انڈے کا چھلکا بھی مضبوط ہوتا ہے اور اسی وجہ سے یہ دیر تک محفوظ رہتا ہے۔ بطخ کے انڈے کی زردی بھی مرغی کے انڈے سے مختلف ہوتی ہے۔ زردی بڑی ہوتی ہے اور سرخی مائل پیلی ہوتی ہے۔" جمیل نے جلدی جلدی کہا۔ جمال یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا۔

"بطخ کی خوراک کیا ہے؟ میں بھی بطخ پالوں گا؟" وہ بولا۔

"بطخ پھل مینڈک، کیڑے مکوڑے، چھوٹی مچھلیاں، آبی پودے، سبزیاں، گھاس وغیرہ کھا لیتی ہے۔ یہ پرندہ تقریباً ہر جگہ ملتا ہے، بس شدید ٹھنڈ کی وجہ سے برِّاعظم انٹارکٹیکا میں نہیں ملتا۔ کچھ بطخیں ٹھنڈی جھیلوں کے قریب بھی پائی جاتی ہیں۔"

"تم اس پرندے کو پال سکتے ہو، مگر اس کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ بطخ جلدی بیمار پڑ جاتی ہے۔ یہ مل جل کر رہنا پسند کرتی ہے۔ یہ پانی میں ہوتی ہیں تو گہرے پانی میں تیرتے ہوئے مچھلیاں اس کو اپنا شکار بنا لیتی ہیں۔ ایک عقاب جس کو ڈک ہاک کہتے ہیں، وہ بھی بطخوں کا شکار کرتا ہے۔ بھیڑیا اور لومڑی اس کے ننھے بچوں کو کھا جاتے ہیں۔"

"اس کے ننھے بچے ایک قطار میں اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ ننھے بچوں کی یہ قطار بہت پیاری لگتی ہے۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ بطخوں کے پر واٹر پروف ہوتے ہیں، یعنی اُن میں سے پانی نہیں گزرتا۔"

"اوہ! یہ تو عجیب بات ہے۔"

"ہاں، بطخ چل بھی سکتی ہے، اڑتی بھی ہے اور تیرتی بھی ہے۔ یہ عموماً بگلوں اور راج ہنس وغیرہ سے جسامت میں چھوٹی ہوتی ہے۔ اس کا وزن ایک سے ڈیڑھ کلو گرام ہوتا ہے۔ بطخ غوطہ خور ہوتی ہے، یہ خوراک کی تلاش میں پانی میں غوطے لگاتی ہے۔ کچھ بطخیں ایسی ہوتی ہیں جو درختوں کے اندر گھونسلے بناتی ہیں۔ اونچی شاخوں پر بیٹھتی ہیں۔"

"ننھی بطخیں اپنی ماں کے پیچھے قطار میں چلتی ہیں اور ایسا کب تک ہوتا ہے۔" جمال نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ننھے بچے اپنی ماں سے شکار کرنا اور غذا تلاش کرنا سیکھتے ہیں، ماں ان کا خیال رکھتی ہے۔ یہ ایک سے ڈیڑھ ماہ تک اپنی ماں کے ساتھ رہتے ہیں اور پھر یہ اپنی علاحدہ زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔"

"عموماً پرندے گاتے ہیں، کیا بطخ گا سکتی ہیں یا صرف قیں قیں ہی کرتی ہیں؟"

"بطخ دوسرے پرندوں کی طرح گا نہیں سکتی، لیکن یہ صرف قیں قیں ہی نہیں کرتی ہے، یہ مختلف طرح کی آوازیں نکالتی ہیں۔ کچھ آوازیں چیختی ہوئی بھی ہوتی ہیں، کچھ دھیمی سی بھی۔ مختلف آوازیں۔ بطخ ایک ذہین پرندہ ہے، یہ احکامات سمجھ لیتی ہیں۔ بطخ کھلونوں سے کھیل لیتی ہے۔ آپ بطخوں کو جتنا وقت دیں گے، یہ اتنا ہی سیکھ لیتی ہیں۔" اجمل بولا۔

جمال یہ ساری باتیں بہت شوق اور دھیان سے سن رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ وہ بطخیں ضرور پالے گا اور اُن کا بہت خیال بھی رکھے گا۔

BAITUSSALAM

زکوۃ ایک فریضہ

صرف قابلِ اعتماد ہاتھوں سے

صحت

تعلیم

خدمت

ہو فرض بھی ادا

ماہنامہ فہم دین

اپریل 2023ء کے سوالات

سوال نمبر 1: ایوب سختیانی نے کس کو خواب میں حدیث کا درس دینے کی ترغیب دی؟

سوال نمبر 2: سفانہ جو قیدی بن کے آئی تھیں کس کی بیٹی تھیں؟

سوال نمبر 3: عبداللہ نے عامر کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

سوال نمبر 4: بشارت کراچی سے کیا خاص چیز لایا تھا؟

سوال نمبر 5: گڈو نے جامن کے درخت کے ساتھ کیا دفنایا تھا؟

پیارے بچو!!!

عید تو خوشیوں کا نام ہے۔

خوشیاں منانے اور خوشیاں باٹنے کا نام عید ہے۔

کیوں نہ ہم اپنے آس پاس لوگوں پر نگاہ دوڑائیں، جو ہماری خوشیوں میں شریک نہیں، جو ہم سے روٹھے یا ناراض ہیں۔

اور عید کے پر مسرت موقع پر بھی ہم ان سے یا وہ ہم سے رابطہ نہیں کر پا رہے اور انھیں عید مبارک کہنے میں ہچکچاہٹ ہے۔

تو کیوں نا ہم پہل کر کے اس دوری کو مٹا دیں۔ سب سے اپنا دل صاف کر لیں۔

اور اپنے سب ہی دوستوں۔ رشتے داروں کو اپنے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک کر لیں۔

یا ہمارے کوئی رشتے دار دوست احباب ایک دوسرے سے ناراض ہیں تو ان کی صلح کروا دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے۔

کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقے سے افضل عمل نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور بتایئے۔ ارشاد فرمایا: وہ عمل آپس میں روٹھنے والوں میں صلح کرا دینا ہے۔

تو پیارے بچو۔۔۔ پھر کیا ارادے ہیں۔؟

جنوری 2023ء کے سوالات کے جوابات

جواب نمبر 1: 70 لاکھ افراد

جواب نمبر 2: 48 کلو 500 گرام، 1 کروڑ 35 لاکھ 80 ہزار میں فروخت ہوئی

جواب نمبر 3: صبا کا صابن پانی میں گھلتا دیکھ کر

جواب نمبر 4: اپنی ماما کے بغیر رہ نہیں پاتا تھا

جواب نمبر 5: تقریباً 15-16 ارب درخت

جنوری 2023ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر کراچی سے مبشر معراج کو شاباش انہیں 300 روپے مبارک ہوں

بلاعنوان کا عنوان

جنوری 2023ء میں عمارہ فہیم کی بلاعنوان کہانی شائع ہوئی تھی۔ کراچی سے آہلہ نور کا عنوان انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 مبارک ہوں **آہلہ نور** نے عنوان دیا ہے

دائرے تمیز کے

سنیے!!!!

انعامی سوالات کے جوابات بھیجیں یا فن پارہ اپنا نام، عمر کلاس اسکول/مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے موبائل نمبر ضرور لکھیں۔ جوابات اور فن پارہ وٹس ایپ کرنے کے لیے نمبر نوٹ کر لیں

03351135011

بچوں کے فن پارے

امر پانی کامران عمر 10 سال کلاس3 اقراء جنت الاطفال سیکنڈری اسکول کراچی

حسنین اسد گورنمنٹ بوائز سیکنڈری اسکول کوتوال بلڈنگ 1 کراچی

ابوبکر کامران شعبہ المستوی التمھیدی جامعۃ السعید کراچی

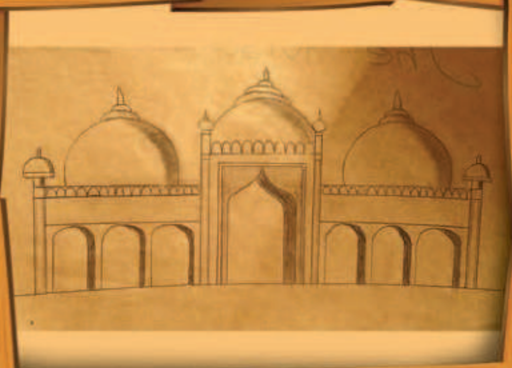

عبد الواسع دارلقرآن کراچی

بادیہ بخت لیڈر شپ اسکول بالا سندھ

محمد حذیفہ کتھ اسکولنگ سسٹم کراچی

محمد سفیان خان مونٹیسوری سینیر کراچی

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپےانعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ **ابراہیم عبد الستار** کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انھیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

ماہِ رمضان الوداع

جوہر عباد

کیوں جا رہے ہو ماہِ مہربان الوداع
ہر دل عزیز اور عزیز از جان الوداع
آؤ گے اگلے سال اے رمضان الوداع
بس ایک ہی مہینے کے مہمان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

آئے جو تم تو ہر طرف رونق بکھر گئی
لگتا تھا جیسے زندگی اک دم نکھر گئی
ہر ایک مسلمان کی قسمت سنور گئی
سب کو کیا ہے تم نے شادمان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

جکڑے گئے سارے ہی شیاطینِ پُر فعال
بھڑکائیں مؤمنوں کو کہاں اُن کی یہ مجال
ہو ہی گئے لعین وہ کمزور اور نڈھال
کیا خوب تر بنے ہو پاسبان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

لائے ہو کتنے لوگوں کو صلوٰۃ کی طرف
مسنون نوافل و تسبیحات کی طرف
حتیٰ کہ پاک مال کی زکوٰۃ کی طرف
اے عالی مرتبت و عالیشان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

آمد سے تمہاری گھروں میں رونقیں ہوئیں
افطار اور سحر میں عجب برکتیں ہوئیں
مہمان نوازی میں کیا کیا سبقتیں ہوئیں
رو رو کے کہہ رہے ہیں میزبان الوداع

کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

بچّوں نے بڑے شوق سے روزہ کشائی کی
رمضان کی لذّت سے خوب آشنائی کی
ننھّی عمر میں اللہ کی مدح سرائی کی
پورے ہوئے معصوموں کے ارمان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

لائے جو تم نمازِ تراویح مع القرآن
لگنے لگا عبادتوں میں سب کا ہی دھیان
دل کو عجب سکون ملا روح کو اطمینان
ہم پہ تمہارے کتنے ہیں احسان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

اللہ نے بانٹیں دس دنوں میں رحمتیں دن رات
پھر اِس کے بعد مغفرت کی ہوگئی بہتات
اور آخری عشرے میں جہنم سے دی نجات
واللہ تمہاری ہے کیا آن بان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

بخشی شبِ قدر ہزاروں راتوں سے بڑھ کر
توبہ کی گُناہ گاروں نے انجام سے ڈر کر
لاکھوں ہی جہنم سے چُھوٹے اللہ اکبر
شامل ہیں اُن میں بوڑھے و جوان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

میرے نبی ﷺ کے سب سے پسندیدہ ماہ ہو تم
اِس امّتِ آخر کے منظورِ نگاہ ہو تم
ہر ایک روزہ دار کے حق میں گواہ ہو تم
کھولو گے حشر میں درِ ریّان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

پورے مہینے خوب کیا سب کو مستفید
جاتے ہوئے بھی دی مسرّتوں بھری نوید
ہر خاص و عام کے لئے تہوار پُر سعید
عید الفطر کا کر گئے اعلان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

جا تو رہے ہو لوٹ کے آنا پھر اگلے سال
رحمت و بخشش ساتھ میں لانا پھر اگلے سال
زندہ رہے تو ہم کو بھی پانا پھر اگلے سال
جوہرؔ تمہارا اللہ نگہبان الوداع
کس دل سے کہوں اے میرے جانان الوداع

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: شیخ ابو بکر، عبدالرحمن چترالی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

نگارِ طیبہ سے ہم لو لگائے رکھتے ہیں
یہ اک چراغِ مسلسل جلائے رکھتے ہیں
سوائے خاکِ مدینہ کسی کو کیا معلوم
وہ خواب کیا ہے جسے ہم جگائے رکھتے ہیں
تمہارے در سے گدائی کی جن کو نسبت ہے
وہ قتل گاہ میں بھی سر اٹھائے رکھتے ہیں
بچائے رکھتا ہے دل کو ہزار زخموں سے
وہ زخمِ ہجر جسے ہم سجائے رکھتے ہیں
خوشادہ اہلِ محبت جو اپنے سینے میں
بجائے دل کے مدینہ بسائے رکھتے ہیں
تمہارے عشق نے وہ حوصلہ دیا کہ ہم
ہوا کی زد پہ بھی شمعیں جلائے رکھتے ہیں
جنہیں خبر ہے کہ سرکار ادھر سے گزرے ہیں
وہ آسمان کو سر پر اٹھائے رکھتے ہیں
جہاں ہو عشقِ محمدؐ ہدف ملامت کا
قدم ہم ایسی فضا میں جمائے رکھتے ہیں
اُمیدؔ ہم کو نہ اپنی خبر نہ فکرِ جہاں
نبی کی یاد میں سب کچھ بھلائے رکھتے ہیں

حمدِ باری تعالیٰ

لفظوں سے بالا ہے تیری شان اللہ
کہتا ہے یہ دل فقط سبحان اللہ
بکھرے ہیں ہر سُو نظارے تیرے
صحرا ہو کہ بیابان اللہ
ذرہ ذرہ تیرے جمال کا مظہر
ہر شے میں ہو رہا ہے تیرا بیان اللہ
کواکب، ارض و سما، شمس و قمر یہ دو جہاں
تیری قدرت کے ہیں سب نشان اللہ
مدّعا ہے یہ التجا ہے یہ میری دعا ہے
میرے دل کا رہے تو ارمان اللہ
رگِ جاں سے بھی ہے تو قریب تر
تیری ابتدا مومن کا عرفان اللہ

(شاعر: شامی خامان)

آدابِ وقت

حق تعالیٰ کی طرف سے ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور اس نے اپنے کلامِ پاک میں وقت اور وعدے کی پابندی کی تاکید فرمائی ہے۔ اہلِ مغرب وقت کے جس قدر پابند ہیں، اہلِ مشرق اس معاملہ میں اس قدر آزاد ہیں۔ ان کے نزدیک وقت کی کوئی قدر، اہمیت اور قیمت نہیں، حالاں کہ دنیا میں ہر چیز کا نعم البدل مل سکتا ہے، مگر وقت کا نہیں! جو لمحہ گزر جائے، وہ کسی قیمت پر واپس نہیں لایا جاسکتا۔ اس کی قیمت کا صحیح اندازہ اس وقت لگے گا جب عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے لیے آئے گا اور وہ ایک ثانیہ کے لیے بھی مہلت نہ دے گا۔ خواہ اس کے قدموں پر کل کائنات کی دولت کا ڈھیر لگادیا جائے۔

اس لیے انسان پر وقت کی پابندی لازمی ہے۔ گاڑیوں کی آمدورفت کے لیے اوقات مقرر ہیں، جس طرح وہ سفر کے لیے بروقت اسٹیشن پر پہنچ جاتا ہے، اس طرح جس جس عبادت کا وقت مقرر ہے، اس کے لیے بروقت اہتمام کرے اور عین وقت پر ادا کرے، جیسے نماز! کہ اس کا وقتِ مقررہ پر ادا کرنے کے لیے جس قدر اہتمام کرے گا، اس سے زائد ثواب و درجات حاصل کرے گا۔ عبادات کا زیور پہنائے، دین کی پابندی سکھائے، سنت کا عطر لگائے، صبر و رضا اور توکّل و تقویٰ کا سنگار کرائے، حسن اخلاق سے مالا مال کرے، علم و عمل کا سرمایہ دے اور شرم و حیا کا پردہ کرائے۔

(وقت ایک عظیم نعمت، مولانا روح اللہ، ص:261)

رمضان میں نفلی عبادات زیادہ کریں

جہاں تک عبادات کا تعلّق ہے، تمام مسلمان ماشاء اللہ جانتے ہی ہیں کہ روزہ رکھنا، تراویح پڑھنا ضروری ہے اور تلاوت قرآن کو چوں کہ اس مہینے سے خاص مناسبت ہے، چناں چہ حضور نبی کریم ﷺ رمضان کے مہینے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ پورے قرآنِ کریم کا دور فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے جتنا زیادہ سے زیادہ ہوسکے اس مہینے میں تلاوت کریں اور اس کے علاوہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے زبان پر اللہ کا ذکر کریں اور تیسرا کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اور درود شریف اور استغفار کا چلتے پھرتے اس کی کثرت کا اہتمام کریں اور نوافل کی جتنی کثرت ہوسکے کریں اور عام دنوں میں رات کو اُٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملتا، لیکن رمضان المبارک میں چوں کہ انسان سحری کے لیے اٹھتا ہے۔ تھوڑا پہلے اُٹھ جائے اور سحری سے پہلے تہجد پڑھنے کا معمول بنالے اور اس ماہ میں نماز خشوع کے ساتھ اور مرد باجماعت نماز پڑھنے کا اہتمام کرلیں، یہ سب کام تو اس ماہ میں کرنے ہی چاہییں۔ یہ رمضان المبارک کی خصوصیات میں سے ہیں، لیکن ان سب چیزوں سے زیادہ اہم گناہوں سے بچنے کی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور رمضان المبارک کے انوار و برکات سے صحیح طور پر مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(اصلاحی خطبات، مفتی محمد تقی عثمانی، ج:1، ص:136)

اعتکاف کی سوغات

اب یہاں سے اعتکاف کی کچھ سوغات لے کر جاؤ، تب تو لطف ہے، اگر خالی برتن لے کر آئے اور خالی برتن لے کر چلے گئے، پھر یہاں بیٹھنے کا کیا فائدہ؟ رہا یہ کہ یہاں سے آپ کو کیا لے کر جانا چاہیے؟ تو خوب سمجھ لو کہ یہ مسجد اللہ کا بازار ہے اور یہ اعتکاف کے دن نیکیوں کی منڈی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کے پاس وقت کی پونجی موجود ہے، اعضا آپ کے صحیح ہیں۔ زبان چلتی ہے، پاؤں چلتے ہیں، جتنی زیادہ سے زیادہ لوٹ سکتے ہیں لوٹ لو، اپنا ایک لمحہ بھی ضایع نہ کرو۔ اخلاق، آداب، معاشرت، عبادات، عقائد، ان تمام سے اپنی جھولی بھر کر لے جاؤ۔

(اصلاحی مواعظ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، ج:1، ص:158)

پاکستان کا مطلب کیا؟ ”لا الہ الا اللہ“ کا نعرہ

کون سا ایسا محبِّ وطن پاکستانی ہے جو اس دل عزیز اور روح پرور نعرہ سے ناآشنا ہو۔ پاکستان کا مطلب کیا؟”لا الہ الا اللہ“، اس نعرہ کے خالق ”اصغر سودائی“ سے ایک بار پوچھا گیا کہ یہ مصرعہ آپ کے ذہن میں کیسے آیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب لوگ پوچھتے تھے کہ مسلمان پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن پاکستان کا مطلب کیا ہے؟ تو میرے ذہن میں آیا کہ سب کو بتادوں کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ پھر آپ نے وہ مشہور نظم پڑھی، جس کی ابتدا پاکستان کا مطلب کیا؟”لا الہ الا اللہ“ سے ہوکر اسی پر انتہا ہوتی ہے، یہ نعرہ ہندوستان کے طول و عرض میں اس قدر مقبول ہوا کہ تحریک پاکستان اور یہ نعرہ لازم و ملزوم ہوگئے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس نعرہ کو پاکستان کا قومی نعرہ بنائیں اور ہر یوم آزادی پر اس کا اظہار بھرپور طریقے سے کریں۔

(اسلامی جمہوریہ پاکستان، ڈاکٹر عادل خان، ج:1، ص:249)

شب قدر کی برکت اور اس میں عبادت کا اہتمام

یوں تو رمضان کے پورے آخری عشرہ کی بڑی فضیلت ہے، لیکن شبِ قدر جو بڑی برکت کی رات ہے اور جس کے نام پر قرآن شریف کی ایک پوری سورت ہے (سورۃ القدر) خاص طور پر فضیلت اور برکت کی رات ہے۔ اس کو قرآن شریف میں ایک ہزار مہینوں سے بہتر کہا گیا ہے۔ یہ رمضان کے آخری عشرہ کی کسی طاق رات (اکیسویں، تیئیسویں اور علی ہٰذا القیاس) میں ہوسکتی ہے، لیکن ستائیسویں شب کی مسلمان اور زیادہ قدر کرتے ہیں کہ اس میں اس رات کا ہونا زیادہ قرینِ قیاس ہے۔

(رمضان المبارک اور اس کے تقاضے، سید ابوالحسن علی ندوی، ص:18)

عید الفطر کے روزوں کی تکمیل پر انعام

جن ایام کو اسلام نے تہوار کے لیے مقرر فرمایا ان کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ وابستہ نہیں جو ماضی میں ایک مرتبہ پیش آکر ختم ہوچکا ہو، بلکہ اس کے بجائے ایسے خوشی کے واقعات کو تہوار کی بنیاد قرار دیا جو ہر سال پیش آتے ہیں اور اِن کی خوشی میں عید منائی جاتی ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے دونوں عیدیں ایسے موقع پر مقرّر فرمائی ہیں، جب مسلمان کسی عبادت کی تکمیل سے فارغ ہوتے ہیں، چناں چہ عید الفطر رمضان کے گزرنے کے بعد رکھی ہے کہ میرے بندے پورے مہینے عبادات کے اندر مشغول رہے، پورے مہینے انھوں نے میری خاطر کھانا پینا چھوڑے رکھا، نفسانی خواہشات کو چھوڑے رکھا اور پورا مہینا عبادات کے اندر گزارا اور اس کی خوشی اور انعام میں یہ عیدالفطر مقرر فرمائی۔

(کتابوں کی درسگاہ میں، ابن الحسن عباسی، ص:51)

روضۃ السلام

رپورٹ: ام معاذ کراچی / اہلیہ اسامہ تلہ گنگ

اگست 2014ء میں بیت السلام نے کراچی میں ننھے منے بچوں کے لیے عربی میڈیم اسکولنگ سسٹم روضۃ السلام کے نام سے شروع کیا۔ ابتدا میں روضہ الف اور ب بالکل چھوٹے بچوں کے لیے شروع کیا گیا اور بتدریج اس میں اضافہ ہوتے ہوتے اب جماعت ہفتم تک سلسلہ پہنچ چکا ہے، جب کہ تلہ گنگ میں اس سلسلے کا آغاز 2018ء میں ہوا اور اِس وقت جماعت سوم تک پہنچ چکا ہے۔ دونوں جگہ اس سلسلے کو وسعت دیتے ہوئے میٹرک تک لے جایا جائے گا البتہ تلہ گنگ میں مقامی ضرورت محسوس کرتے ہوئے نویں اور دسویں جماعتیں بھی شروع کی گئی ہیں۔

روضۃ السلام کراچی میں شروع کے دو سال صرف عربی زبان ہی ذریعہ تعلیم ہوتی ہے، اس دوران کوشش ہوتی ہے کہ بچے مادری زبان کی نہج پر عربی زبان بھی سیکھ سکیں۔ روضہ ج سے انگریزی زبان بھی متعارف کروائی جاتی ہے۔ جب کہ روضہ السلام تلہ گنگ میں شروع ہی سے انگریزی بھی شامل نصاب رکھی جاتی ہے

نصابی سرگرمیوں کے ساتھ بہت سی ہم نصابی سرگرمیاں بھی وقتاً فوقتاً جاری رہتی ہیں۔ ذیل میں چند نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ایام الوان / کلرڈے: رنگوں کی پہچان مختلف سرگرمیوں کے ذریعہ کروائی جاتی ہے اور اسی مناسبت سے بچے سجاوٹ کرتے ہیں۔ **ایام الاطعمہ کوکنگ ڈے:** فروٹ چاٹ، سلاد، سینڈوچ اور میٹھا بنانے کے مقابلے ہوتے ہیں تاکہ طالبات امور خانہ داری میں مہارت حاصل کر سکیں۔ **بیت بازی:** قومی زبان کی محبت اور ذہنی صلاحیت اجاگر کرنے کے لیے بیت بازی کا مقابلہ کروایا جاتا ہے۔ **یوم المسرحیۃ:** مختلف کہانیوں پر طالبات انگریزی میں خاکے پیش کرتی ہیں جس سے انگریزی زبان میں اچھی مہارت پیدا ہوتی ہے۔ **کوئز مقابلے:** عربی زبان میں مہارت پیدا کرنے کے لیے مختلف موضوعات مثلاً سیرت، قرآن، فواکہ (پھل)، خضروات (سبزیاں) اور حیوانات (جانوروں) پر معلوماتی کوئز مقابلے ہوتے ہیں۔ ☆ عربی، انگریزی خطاطی اور آرٹ ایکٹیویٹی بھی کروائی جاتی ہیں۔ **عید ملن پارٹی:** عید کے بعد باہم خوشی کے مواقع تقسیم کرنے کی تعلیم اور تربیت کے طور پر اس کا اہتمام ہوتا ہے۔ **یوم آزادی:** یوم آزادی کی مناسبت سے اس تقریب کا انعقاد ہوتا ہے۔ **یوم کشمیر:** اس روز کشمیری بھائی بہنوں کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ **یوم الریاضیات:** خرید و فروخت اور لین دین کی مہارت اور سمجھ بوجھ کے لیے یہ سرگرمی جنوری 2023 میں کروائی گئی۔ **تقریب ختم بخاری:** روضۃ السلام کراچی کے تحت درس نظامی کا شعبہ جامعۃ السلام للبنات کام کر رہا ہے جس میں تمام نصاب عربی میں پڑھایا جاتا ہے، اس کے آخری سال کی طالبات نے 9 فروری 2023 بخاری کا آخری درس پڑھا اور سند فراغت حاصل کی۔ یہ دن تمام طالبات اور معلمات کے لیے بہت ہی یادگار اور اہم تھا۔

معرض السلام: 17 دسمبر 2022 روضۃ السلام کراچی کی شاندار تقریب ہوئی جس کو معرض السلام کا نام دیا گیا لوگوں کی کافی بڑی تعداد نے شرکت کی اس تقریب میں مختلف موضوعات (سیرت، موسم، ثقافت اور سائنس) پر نمائش رکھی گئی طالبات نے ان موضوعات پر متنوع ماڈل تیار کیے اور تجربات دکھائے، اپنے فن پاروں کا تعارف عربی، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں پیش کیا، ساتھ ہی ساتھ کھیلوں کے اسٹال اور فوڈ میلے کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اس خوب صورت اور تربیتی پروگرام کو سب نے خوب سراہا۔

دورہ تعلیمیہ trip: 9 مارچ کو روضۃ السلام کراچی کے زیر اہتمام روضہ اور صفوف کے طلبہ وطالبات کو MagnifiScience لے جایا گیا تاکہ ان کی معلومات میں اضافہ ہو۔

J.
FRAGRANCES
JANAN
SPORT
JANAN
SPORT
J.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

تحفہ رمضان
کیوں نہ ہم ارادہ کرلیں
کوئی ہمارا بھائی بھوکا نہ رہے
BAITUSSALAM
تحفہ رمضان
تحفہ رمضان
ماہانہ
کفالت پروگرام
Follow us
BaitussalamWelfareTrust
UAN
+92 21 111 298 111
Visit
Baitussalam.org